وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ النَّبِیِّ وَکَلَامِہٖ
وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

انوارِ حدیث

[illegible]

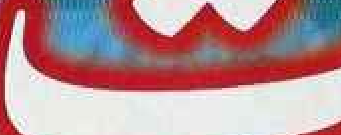

مؤلف

جانشین حافظ الحدیث
حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی
دامت برکاتہم

مدیر
جامعہ انوار القرآن

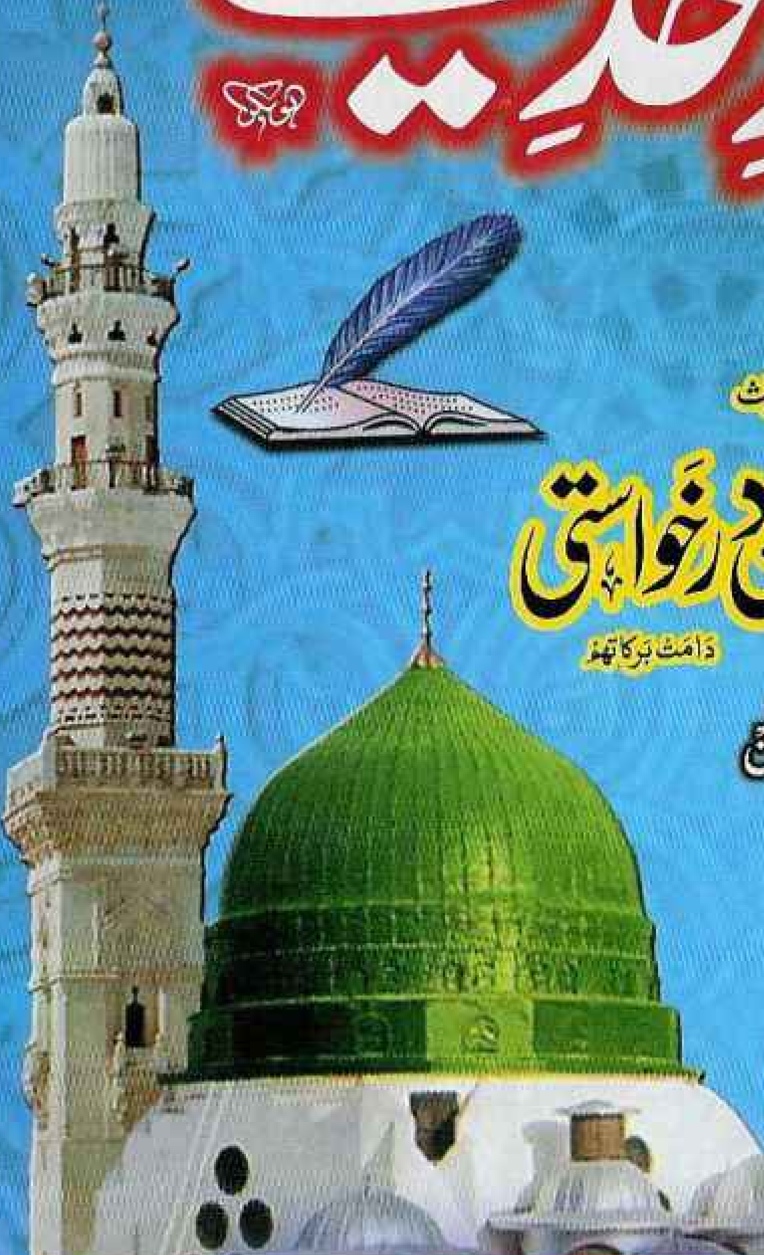

شعبہ نشر و اشاعت
جامعہ انوار القرآن ❁ سیکٹر 11.C.1 نارتھ کراچی

وَمِنْ مَذْهَبِىْ حُبُّ النَّبِىِّ وَ كَلَامِهٖ
وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

انوارِ حدیث

مؤلف

جانشین حافظ الحدیث

حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی دامت برکاتہم

شعبہ نشرواشاعت

جامعہ انوار القرآن، سیکٹر 11-C-1، نارتھ کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : انوار حدیث
مؤلف : جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی مدظلہ
باہتمام : شعبہ نشر واشاعت جامعہ انوار القرآن، نارتھ کراچی
ترتیب : مولانا مفتی حسین احمد پانیزئی
کمپوزنگ : فیصل احمد
ضخامت : ۱۹۲ صفحات
طبع اول : شعبان ۱۴۲۸ھ/ اگست ۲۰۰۷ء
تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : مکتبۃ الشیخ درخواستی، سیکٹر 11-C-1، نارتھ کراچی
فون: 6999095 - 6941410
قیمت :

ملنے کے پتے

☆ مکتبۃ الشیخ درخواستی، سیکٹر 11-C-1، نارتھ کراچی
☆ مرکزی دفتر جامعہ انوار القرآن، سیکٹر 11-C-1، نارتھ کراچی
☆ اسلامی کتب خانہ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
☆ بیت الکتب، نزد اشرف المدارس، گلشن اقبال، کراچی
☆ مولانا عبدالخالق صاحب، جامع مسجد سلمان فارسی، 10-2-I، اسلام آباد
☆ جامعہ مخزن العلوم، عیدگاہ خان پور، رحیم یار خان
☆ حافظ منیر احمد، مدنی مسجد الہ آباد، وزیر آباد
☆ مدرسہ تجوید القرآن چھورو، ضلع تھرپارکر سندھ

عنوانات

☆ حرف آغاز ۴
☆ پیش لفظ ۶
☆ محبت رسول ﷺ کا ثمر ۸
☆ صراط مستقیم ۱۲
☆ نسخۂ کیمیا ۱۷
☆ سات خوش نصیب جنتی عرش کے سایہ میں ۲۳
☆ دعاء اصل عبادت ۳۲
☆ تقویٰ: باطنی کمال کا معیار ۳۶
☆ متقین کیلئے خوشخبری ۴۶
☆ عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل ۵۱
☆ یہ دنیا راہ گذر ہے ۶۱
☆ غریب ونادار کی فضیلت ۶۵
☆ درود شریف کی شان اور فضیلت ۶۸
☆ نفلی صدقات کی فضیلت اور اہمیت ۷۰
☆ والدین کے حقوق ۷۴
☆ انسانی شرافت وکرامت ۷۷
☆ حلاوت ایمان ۸۲
☆ اہل اسلام کی محبت ۸۵
☆ سب سے افضل عمل نماز ۸۸
☆ روزہ کی فرضیت اور فضائل ۹۱

☆ فرضیت علم ۹۴
☆ حج مقبول تمام گناہوں کا کفارہ ۹۸
☆ عقیدہ ختم نبوت ۱۰۲
☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک ۱۰۵
☆ فضائل رمضان ۱۱۱
☆ اخلاق وسیرت ۱۱۷
☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد ۱۳۰
☆ روزہ اور قرآن ذریعہ شفاعت ۱۳۵
☆ استغفار اور اس کے ثمرات ۱۳۸
☆ ہجرت مدینہ منورہ ۱۴۰
☆ عفو ودرگزر ۱۴۲
☆ ماہِ صیام……احتساب عمل کی کسوٹی ۱۴۵
☆ حج کے فضائل وبرکات ۱۵۱
☆ آداب گفتگو ۱۵۹
☆ اسلام کا نظام تجارت اور اس کے شرعی احکام ۱۶۴
☆ شخصی آزادی اسلام کی نظر میں ۱۶۹
☆ بھیک مانگنا ایک معاشرتی برائی ۱۷۲
☆ دو مختصر، پیارے اور وزنی کلمات ۱۷۷
☆ وصیت کرنا کیوں ضروری ہے؟ ۱۸۰
☆ بعثت پیغمبر ﷺ اور تعلیم کتاب ۱۸۳
☆ اطاعت اور خدمت ۱۸۷

حرف آغاز

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

کسی بھی کام کے کرنے کی تین وجوہات میں کم از کم کوئی ایک وجہ ضرور ہوا کرتی ہے:

☆ اوّلاً یہ کہ والدین، استاد و مربی، حاکم وافسر یا پیر و مرشد کا حکم ہے انہیں راضی رکھنے اور خوش کرنے کیلئے ان کے امر و حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔

☆ ثانیاً یہ کہ اپنے تئیں کوئی امر نہایت پسندیدہ و مرغوب ہے، اپنے قلب ونگاہ کی آبیاری اور تسکین روح کیلئے اس کو انجام دیا جاتا ہے۔

☆ ثالثاً یہ کہ کسی کام کے ہونے پر فوائد اور نہ ہونے پر نقصانات کا علم ہے، اس لئے انسان اسے انجام دینے کیلئے تگ ودو کرتا ہے تاکہ ذاتی طور پر اس کی جماعت و رفقاء یا اس کے اہل وعیال کو اس کے فوائد اور ثمرات نصیب ہو سکیں۔

مگر مردانِ راہ خدا اور عالمان دین قیم دین حق کی خدمت واشاعت کیلئے جدوجہد کرتے ہیں، اس کی تہہ اور پس منظر میں مذکورہ تینوں وجوہات باخلاص و ورع بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہیں، ان کا کوئی عمل فضول وبلا مقصد اور غیر مفید نہیں ہوتا ہے، ہر معاملے میں ان کی نگاہ دوررس اور توجہ عمیق ہوا کرتی ہے۔

حافظ القرآن والحدیث زبدۃ العلماء والاتقیاء حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی مدظلہٗ سیرت وکردار کے لحاظ سے اور دینی اقدار کی سربلندی اور قرآن وسنت کے علوم و پیغام کی اشاعت کے جذبوں سے سرشار ہونے کے حوالے سے حافظ القرآن والحدیث حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی نابغۂ روزگار ہستی کا عکس جمیل اور اکابر حق کی اعلیٰ و پاکیزہ روایات کے وارث ہیں۔

وہ لوگ دنیوی اور اخروی لحاظ سے یقیناً کامیاب و سرفراز ہیں جو اپنے اکابر و اسلاف کے علوم وتجربات اور روایات صالحہ کی پیروی اور تحفظ کریں۔ جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کا مجموعہ مضامین ''انوار حدیث'' حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد

عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے علوم و معارف اور قرآن و سنت کی پاکیزہ اعلیٰ تعلیمات کا مرقع ہے۔ اس کے فوائد اور برکات حضرت حافظ الحدیث رحمہ اللہ کی جدوجہد اور ذوق حدیث کا فیضان ہے۔ حضرت حافظ القرآن والحدیث حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ۔

ما ہر چہ خواندہٗ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

ہم نے ساری زندگی جو کچھ پڑھا سب بھلادیا مگر حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ اب وہی ورد زبان ہے۔

''انوار حدیث'' ان مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو حافظ الحدیث حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے علوم و افکار کے وارث رئیس جامعہ انوار القرآن کراچی حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی زید مجدہٗ نے ماہنامہ ''انوار القرآن'' کے شمارہ جات میں اس کے آغازِ اجراء سے اب تک آٹھ سال کے عرصہ میں زیر عنوان مذکورہ سپرد قرطاس وقلم فرمائے۔ یہ مضامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے گوہر و یاقوت ہیں جن کی قیمت سلطنت ہفت اقلیم سے بھی ادا نہیں ہوسکتی۔ ان مضامین میں علوم نبوت کی وہ ایمان پرور خوشبو ہے جو اہل ایمان کی مشام روح کو تاحیات معطر کرتی رہے گی۔ حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی زید مجدہٗ نے ''انوارِ حدیث'' کی اشاعت کا اہتمام فرما کر نہ صرف حضرت حافظ الحدیث رحمہ اللہ کی جانشینی کا حق ادا کیا ہے بلکہ انہوں نے قارئین ''انوار القرآن'' اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ عقیدت مندوں، داعیانِ حق و صداقت اور پرستاران توحید و سنت کو ''انوارِ حدیث'' کا ہدیۂ گرانمایہ پیش کر کے احسان عظیم فرمایا۔

اللہ رب العزت اسے اپنی بارگاہ رحمت میں قبول و منظور فرمائے اور اہل اسلام کو ''انوارِ حدیث'' سے فیضیاب ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

عبدالرشید انصاری

(مدیر ماہنامہ ''انوار القرآن'')

پیش لفظ

مادر علمی جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں آج سے تقریباً پچاس برس قبل جب میں نے اپنے شفیق و مربی والد ماجد شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی تعلیم شروع کی تو مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث باترجمہ یاد کرانی شروع کیں۔ تعلیمی سلسلہ آگے بڑھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات اور اتباع سنت کے ساتھ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ پایا۔ دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد ہوتا اور آپ ایسے درد اور سوز سے احادیث مبارکہ پڑھتے کہ سننے والے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''قرآن مجید اجمال ہے، حدیث یار اس کی شرح ہے۔ اللہ کے کلام کے ساتھ پیارے نبی کے کلام کو پڑھو اور دوسروں تک پہنچاؤ۔'' اب جبکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار جامعہ انوار القرآن کراچی سے ماہنامہ انوار القرآن کا اجراء ہورہا ہے تو میں نے سوچا کہ جہاں علماء کرام نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فیض حاصل کیا وہاں عوام الناس بھی اپنی روحانی تشنگی دور کریں اور اپنے لئے فلاح کا ذریعہ بنائیں۔ اس مقدس جذبہ کے پیش نظر میں نے باوجود اپنی قلمی کم مائیگی اور علم سے تہی دامنی کے محض اللہ رب العزت کے فضل و کرم کے سہارے اس مبارک کام کی ابتدا کردی ہے کہ ہر پرچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مختصر تشریح کے ساتھ بیان کی جائیں۔ جو حدیث پاک سب سے پہلے حضرت درخواستی صاحبؒ نے یاد کرائی تھی اس کو پہلے بیان کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کے طفیل قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

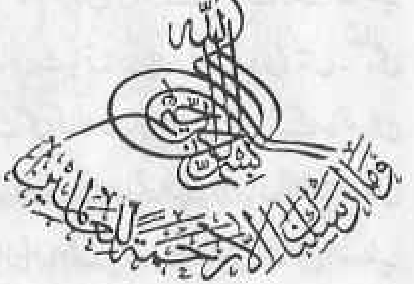
بسم اللہ الرحمن الرحیم
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

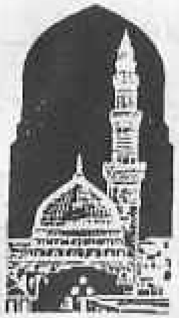

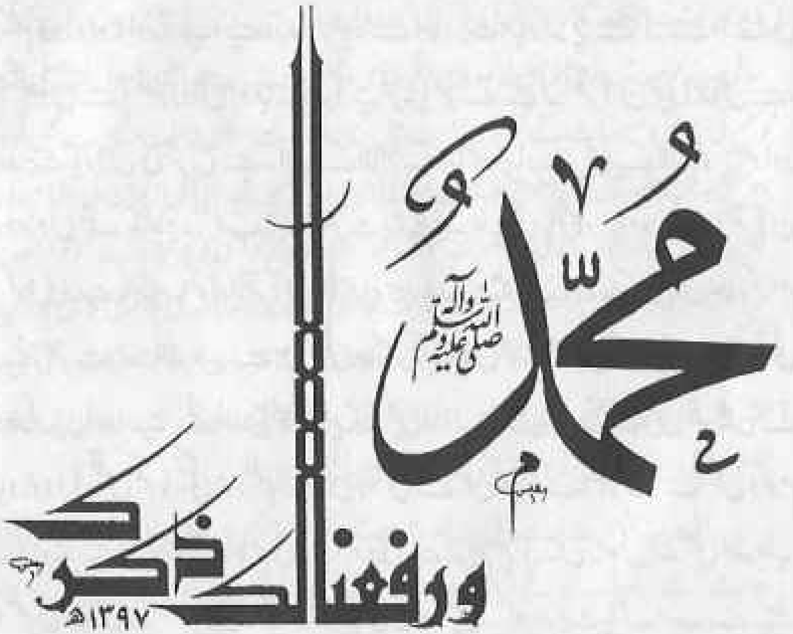
محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ورفعنا لک ذکرک
١٣٩٧ھ

محبت رسول ﷺ کا ثمر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری ج ۱، ص ۷، ایچ ایم سعید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت ایک قلبی کیفیت ہے جو حیات انسانی کا مرکز و محور ہے۔ میلان قلب پر ہی انسانی حرکات و سکنات کا دار و مدار ہے۔ دل کا جھکاؤ جس طرف ہوتا ہے، سر سے پاؤں تک تمام اعضاء اسی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر بات اچھی اور اس کی ہر ادا بھلی معلوم ہوتی ہے۔ محبوب جتنا اعلیٰ و ارفع ہوگا محبت کا درجہ اسی قدر ارفع اور دائمی ہوتا ہے۔ جب ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کا مجموعہ ہیں جود و سخا ہو یا عدل و انصاف ہو، شجاعت ہو یا علم و حکمت، فصاحت و بلاغت

ہو یا حسن و جمال، ہیبت و جلال ہو یا عفو و کرم، جیسا کہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے حب نبی میں ڈوب کر فرمایا:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

کرشمہ محبت کا اتنا بلند مقام ہو تو قلب مومن میں کسی غیر کی محبت اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سے زیادہ ہو تو مومن کو رضاء الٰہی و خوشنودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنا محال ہو جائے۔

یہ محبت ہی ہے جس کے بارے میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے"

اس لئے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بنالے۔"

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"سب لوگ کہہ دیں کہ اگر تم کو ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں، بہن بھائی، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارے کا تمہیں ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں رہنا تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ وہ سب زیادہ محبوب ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنا کوئی حکم (عذاب) دے۔"

جن چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان کی محبت کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ یہ انسان کی طبعی محبت کی چیزیں ہیں بلکہ فرمایا کہ ماں باپ ہوں یا اولاد، رشتہ دار ہوں یا دوست و

احباب، پیر ہو یا استاد، مال و متاع ہو یا جائیداد حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھنا ہر مومن مرد و عورت کے لئے ضروری ہے۔ یعنی مومن مرد و عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ خوشنودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک پر مقدم رکھے۔

جو جان مانگو تو جان دیں گے
جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر نہ ہوگا یہ ہم سے ہرگز
نبی کا جاہ و جلال دیں گے

نماز اچھی روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحاء کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

قرآنی آیات اور حدیث کی روشنی میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام معلوم ہوا کہ ہر بڑے چھوٹے اپنے پرائے حتیٰ کہ جان و مال عزت و آبرو ہر شے سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اہل عیال اور جان و مال سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی، محض دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنے عمل سے اس کا ثبوت پیش کیا۔

صدیق اکبرؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت

غزوہ بدر میں آپ کے بیٹے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ کے

مقابلے میں تھے جب یہ مسلمان ہو گئے تو کہنے لگے "ابا جان بدر کے میدان میں آپ میرے وار کی زد میں تھے لیکن میں نے ابا سمجھ کر آپ پر وار نہ کیا۔" آپ نے ارشاد فرمایا "بیٹے اگر آپ میرے وار کے نیچے آ جاتے تو میں تمہاری گردن کاٹ کے رکھ دیتا، اس لئے کہ اس وقت آپ میرے نبیؐ کے دشمن تھے۔

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دشمنوں نے جب غلط خبر مشہور کی تو ایک انصاریہ صحابیہ بے چین ہو کر گھر سے باہر نکلیں تا کہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کریں راستے میں مختلف لوگوں نے صحابیہ کو اس کے بیٹے، بھائی شوہر کی شہادت کی خبر دی جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دیوانہ وار اپنی جانیں فدا کی تھیں اس اللہ کی بندی نے ہر ایک کی شہادت کی خبر سن کر انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ساتھ ہی پوچھتی رہیں کہ "مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیجئے۔ اور جب میدان احد میں پہنچیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور کو دیکھا تو پکار اٹھیں "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ہم میں موجود ہیں تو پھر باقی سب مصیبتیں میرے لئے آسان ہیں۔"

سبحان اللہ کیسی ایمان کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سب سے زیادہ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

◆ ◆ ◆

صراط مستقیم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَطًّا ثُمَّ قَالَ ھٰذِہٖ سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْھَا شَیْطَان یَدْعُوْا اِلَیْہِ وَقَرَاَ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْا وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ. (مشکوٰۃ شریف، ص ٣٠)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے ایک سیدھا خط کھینچا (تا کہ صراط مستقیم کی مثال ظاہر ہو سکے) پھر فرمایا یہ سیدھا خط اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، پھر اور خط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں کہ ہر راستہ پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے تا کہ راہ

حق سے گمراہ کرے اور یہ آیت آپ نے تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سیدھا راستہ میرا راستہ ہے اسی پر چلو دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔

رحمۃ للعالمین کے ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم ہی واحد راستہ ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، اس راستہ کے علاوہ سب گمراہی کے راستے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ شب و روز پانچوں نمازوں میں دربار الٰہی میں دست بستہ عرض کرتا ہے ''اھدنا الصراط المستقیم '' اے پروردگار ہم کو مرتے دم تک سیدھے راستے پر چلاتے رہئے۔

دیکھئے صراط مستقیم حاصل کرنے کے لئے انسان کتنا اہتمام کرتا ہے، وضو کرتا ہے، پاک و صاف جگہ پر قبلہ رخ کھڑے ہو کر ماسوا اللہ سے کٹ کر پہلے الحمد کہہ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے پھر اللہ کی بڑائی کرتا ہے پھر اپنی طرف سے عبودیت و استعانت کا نذرانہ پیش کر کے کہتا ہے ''اھدنا الصراط المستقیم '' درخواست میں اتنا اہتمام کیوں نہ ہو یہی تو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا راستہ ہے، قبر کے عذاب سے نجات اور آخرت میں جنت الفردوس تک پہنچنے کا راستہ ہے۔

اس لئے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ صراط مستقیم کی وضاحت فرمائی اور ساتھ ہی فرما دیا اس راستہ کے ارد گرد بہت سے راستے ہیں مگر وہ سب شیطانی راستے ہیں۔ جنت کی بجائے جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے ناراضگی کا موجب ہیں۔ مگر ان تمام گمراہی کے راستوں پر بلانے والے موجود ہیں۔ مال و دولت والے، حسن و جمال والے، کرّ و فرّ والے، اونچے درجے کے دجل و فریب والے، مکر و دھوکے والے اور سب یہی کہہ کر بلا رہے

ہیں کہ ادھر آؤ یہی سیدھا راستہ ہے، یہی نجات کا راستہ ہے، یہی اسلام ہے۔ لیکن فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم دی ہے اسے چاہئے کہ وہ ان دجالوں، دھوکے بازوں، عیاروں، مکاروں کے پیچھے چلنے کی بجائے ایسے راستہ پر چلے کہ جس راستہ پر لوگ چل کر منزل مقصود تک پہنچے۔

اب انسان ایک ایسی جگہ کھڑا ہے جہاں نئے راستے نکل رہے ہیں۔ ہر طرف سے پکار ہے کہ یہی اسلام کا راستہ ہے، یہی نجات کی راہ ہے تو آدمی بیچارا پریشان ہوگا اس پریشانی سے نکلنے کے لئے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے سب کے سب جہنم میں جائیں گے، صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں، اسی راستے پر چلنے والا جنتی ہے۔

امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی یہ سب گروہ کلمہ بھی پڑھیں گے اسلام کا بھی دعویٰ کریں گے، قبلہ رو نماز پڑھیں گے لیکن اپنے طور پر عقائد مختلف بنالیں گے جن میں یہ بہتر فرقے گمراہ ہو جائیں گے۔ صرف ایک فرقہ ہدایت پر ہوگا اور نجات پانے والا ہوگا۔ یہ فرقہ وہ ہے جس نے اپنے تمام اعمال میں اور عقائد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ ہر سلیم الفطرت کامل الایمان کو ان بد مذہبوں سے نفرت کرنا لازمی و ضروری ہے۔ یہی بہتر فرقے اسلام کا دعویٰ کرنے والے سات فرقے معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجئہ، نجاریہ، جبریہ، مشبہ اور ان کی شاخ در شاخ ہیں یہ سب گمراہ ہیں ان کی نجات نہیں ہے۔

صحابہ و تابعین و تبع تابعین سلف صالحین میں سے کوئی بھی ان کے عقیدوں سے متفق نہیں تھا بلکہ جب ان فرقوں کا ظہور ہوا ان سب نے ان سے بیزاری کی اور کلی

بائیکاٹ کیا اور ان کی بھرپور تردید فرمائی۔ تمام محدثین، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور تمام ائمہ کرام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ سب انہیں اصول وعقائد پر قائم رہے جس پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین قائم رہے اور جن پر سلف صالحین کا اجماع ہوا اس لئے اس ناجی فرقہ کا نام اہل سنت والجماعت رکھا گیا جس پر ہمارے تمام اکابرین

- ☆ شیخ التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ
- ☆ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
- ☆ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ
- ☆ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
- ☆ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
- ☆ حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ
- ☆ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
- ☆ حضرت مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
- ☆ شیخ العرب والعجم حضرت سید مولانا حسین احمد مدنیؒ
- ☆ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
- ☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
- ☆ حضرت مولانا قاری محمد طیب دیوبندیؒ
- ☆ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
- ☆ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
- ☆ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

- ☆ حضرت سید علی ہجویریؒ
- ☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
- ☆ حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ
- ☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
- ☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ
- ☆ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ
- ☆ امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ
- ☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
- ☆ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
- ☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ
- ☆ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اور تمام متقدمین صوفیاء کرام ومشائخ عظام اور تمام زہاد وعباد اولیاء کرام اسی اہل سنت والجماعت کی صراط مستقیم پر رہے۔ اس لئے صرف یہی گروہ ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے۔

◆ ◆ ◆

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

نسخۂ کیمیا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّیْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَكُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحْکَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْکِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ.

(مشکوٰۃ ص ۴۴۰، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جاں نثار صحابی ہیں، جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہ کر قرآن و حدیث سیکھا کرتے تھے، تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ احادیث

بیان کرنے والے ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون ہے جو مجھ سے کلمات نصیحت سیکھے اور ان پر عمل کرے یا عمل کرنے والوں کو تعلیم دے۔ کہا میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس رحمۃ للعالمین نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ چیزیں گن کر بتائیں، فرمایا:

(۱) حرام چیزوں سے بچتے رہو لوگوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

(۲) اللہ رب العزت نے جو رزق تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہو سب سے بڑے مالدار بن جاؤ گے۔

(۳) اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو سچے ایماندار بن جاؤ گے۔

(۴) جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو تو سچے پکے مسلمان بن جاؤ گے۔

(۵) زیادہ مت ہنسا کرو، آواز سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

اس مبارک حدیث میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کی تعلیم دی ہے:

(۱) پہلی چیز حرام چیزوں سے بچو تو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

حرام چیزیں چاہے کھانے پینے کی ہوں مثلاً شراب پینا، خنزیر کھانا، کسی کا ناحق مال کھانا یا دیکھنے کی ہوں جیسے نامحرموں کو دیکھنا، غیر شرعی لباس پہننا وغیرہ، یا سننے کی ہوں جیسے گانا باجا سننا، یا دوسری حرام چیزوں جیسے کسی کی غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، زنا کرنا، چوری کرنا وغیرہ۔

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کر دیا ان کے قریب نہ جائے کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور رضائے الٰہی جب تک حاصل نہ ہوگی تو عبادت منہ پر ماردی جائے گی۔ بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور

نیکیاں بھی کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ گناہ کبیرہ بھی کرتے رہتے ہیں تو ایک روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے نیکیاں کی ہوں گی لیکن ساتھ ساتھ کسی کو دنیا میں مارا تھا، کسی کی غیبت کی تھی، کسی کو گالی دی تھی، کسی کا ناحق مال کھایا تھا فرمایا اس کی نیکیاں ان میں تقسیم کردی جائیں گی اور وہ خالی ہاتھ کھڑا رہ جائے گا جیسے فرمایا حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ سوائے راکھ کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس لئے فرمایا جو حرام کاموں سے بچتا رہے گا، اللہ رب العزت کی معصیت نہیں کرے گا تو اس کی نیکیاں باقی رہ جائیں گی تو ایسا شخص بڑا عابد ہوگا۔

عقائد کی اصلاح نہ کرنا بھی حرام چیزوں میں شامل ہے

اللہ رب العزت کے محارم جس طرح اعمال ہیں اسی طرح عقائد بھی ہیں جس طرح بداعمالی سے وہ بڑا عابد نہیں بن سکتا اسی طرح عقیدہ صحیح نہیں ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے اور اس کی عبادت بے کار ہے۔ اللہ رب العزت نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ اعمال کی شکل میں ہوں یا عقائد فاسدہ کی صورت میں عبادت کرنے والے کو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ تمام بری باتوں بدکرداریوں سے پرہیز کرے اور تمام عقائد فاسدہ سے دل کو پاک کرے۔ اللہ رب العزت کو وحدہ لاشریک لہ مانے، اسی کو حاجت روا مشکل کشا مانے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سجدہ نہ کرے، اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھے، اولاد دینے والا، رزق کو فراخ وتنگ کرنے والا اسی کو سمجھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری رسول مانے۔ تمام انبیاء کرام کو علم میں، زہد میں، تقویٰ میں، سخاوت میں، کرم میں، بہادری میں، تمام کمالات میں اعلیٰ مانے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گنبد

خضراء میں حیات ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی امتی دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو فرشتے میرے ہاں پہنچاتے ہیں اور جب کوئی امتی میرے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔

جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھے اس کا عقیدہ بھی غلط اور مردود ہے، جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے ساتھ ملا دے، اللہ کی طرح حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھے اس کا عقیدہ بھی غلط۔ ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

عقیدہ درست ہوگا تو عبادت قبول ہوگی، اس طرح حرام کاموں سے بھی بچتا رہے گا تو بڑا عابد بن جائے گا۔ سرور کائنات امام الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین، ساقی کوثر، شافع روز محشر کے فرمودات پر عمل کرنا سعادت دارین کی ضمانت ہے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کی بشارت ہے۔

دوسری چیز...... اللہ رب العزت نے تیرے لئے جو رزق مقدر کردیا اس پر قناعت کرو، شکر کرو، راضی رہو تو لوگوں میں سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

الغنٰی غنی النفس اصل مال داری دل کا اطمینان ہے

اگر قناعت ہے، شکر ہے تو تھوڑا مال بھی اطمینان کا موجب ہوتا ہے۔ اگر حرص ہے، طمع ہے، لالچ ہے تو کروڑ پتی بننا چاہتا ہے، ایک مکان ہے تو دوسرے کا طالب ہے۔ تو یہ فقیر ہے اس لئے کہ ابھی اس کا دل اور چیز کا طالب ہے اور جس میں طلب ہو وہ غنی نہیں بن سکتا بلکہ وہ فقیر ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حریص ولالچی مریضوں کے لئے ایسا نسخہ کیمیا عطا فرمایا کہ جس کے استعمال سے اس بیماری کا نام و

نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور طریقے سے بھی امت کو اس مرض سے نجات پانے کا طریقہ بتایا۔ فرمایا دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ یا اللہ فلاں کو تو گھر نہیں دیا مجھے تو گھر بھی نصیب ہے، فلاں کے پاس تو گاڑی نہیں اور تو نے مجھے گاڑی عطا فرمائی۔

اور فرمایا دین میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھو۔ یا اللہ فلاں کو علم کی دولت دی مجھے بھی عطا فرما، فلاں کو بہت عبادت کرنے والا بنایا مجھے بھی اس دولت سے نواز۔

تیسری چیز...... اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرتا کہ کامل مومن بنے۔

کمال ایمان یہ ہے کہ مومن اپنے ہمسائے کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ’’جبرائیل امین علیہ السلام ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی برابر تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ شاید ہمسایہ کو وارث بنا دیا جائے گا۔‘‘

کامل مومن کی یہ پہچان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے اور اس کی مخلوق کو بھی خوش رکھے اور پھر باقی مخلوق سے جو آپ کے گھر کے پڑوس میں مخلوق ہے ان سے زیادہ نیکی کا سلوک کرے، مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے، خود عیش کرے اور ہمسایہ مصیبت میں ہو، بلکہ ہمسایہ کی ہر وقت خبر گیری کرے اس کے دکھ درد میں شریک ہو، کھانے پینے کی چیزیں وقتاً فوقتاً بھیجا کرے، ان کے بچوں سے پیار کرے بلکہ اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو ان کو معاف کر دے۔

چوتھی چیز...... ’’جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لئے پسند کرو تو پکے مسلمان بن جاؤ گے۔‘‘

یہاں ’’لوگ‘‘ فرمایا مومن نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مسلمان تو ساری کائنات کے

لئے امن کا پیامبر ہے، مسلمان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والا ہے، مسلمان کے اعمال سے تو دنیا میں ضد، حسد، بغض، عناد، کینہ سب بیماریوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بلکہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان یہ تھی کہ وہ اپنے آپ پر دوسرے بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

پانچویں چیز...... زیادہ مت ہنسو، زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تبسم فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سفید موتیوں کی طرح چمک اٹھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اونچی نہیں نکلتی تھی جسے قہقہہ کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں بھری محفلوں میں قہقہہ لگانے کا بے حد رواج ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس حدیث پاک میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قیمتی اصول قیامت تک آنے والی امت کے لئے بیان فرمائے کہ اگر مسلمان ان اصولوں کے پابند ہو جائیں تو آپس میں اتحاد و اتفاق، یکجہتی و ہمدردی اور ایک دوسرے کی خیر خواہی پیدا ہو جائے۔

◆ ◆ ◆

سات خوش نصیب جنتی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذْ خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَانِ تحابا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ. وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شَمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ

(بخاری، ج ۱، ص ۱۹۱، ایچ ایم سعید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات بڑے خوش نصیب انسان ایسے ہیں جو قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے جبکہ اس دن اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

پہلا امام عادل، وہ امام جو عادل ہے، انصاف کرنے والا ہے، مراد اس سے بادشاہِ وقت اور خلیفۂ وقت ہے، جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کو قائم رکھا، کسی کی رعایت نہیں کی چاہے اس کا قریبی رشتہ دار تھا، جرم ثابت ہونے پر اللہ کی حدود نافذ کردیں۔ اللہ رب العزت اس کو قیامت کے دن اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے۔

ایک واقعہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کا اندازہ لگایئے کہ:

> "مکہ کی ایک مالدار عورت نے چوری کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، ایک صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے کہنے پر بھولے پن سے سفارش کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مالدار عورت ہے، اس سے بہت بڑا جرمانہ لے کر اس کو معاف کردیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کرتے ہو، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر میری بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا، پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوگئیں کہ ان میں کوئی عام آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دیتے، کوئی بڑا شخص جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے چھوڑ دیا کرتے تھے۔"

عدل یہی ہے کہ اللہ کی حدود قائم کرتے وقت کسی کی رُو رعایت نہ کی جائے چاہے اس کے بدلے کوئی کتنا ہی مال کیوں نہ دے اور نہ ہی کسی کی سفارش قبول کی جائے چاہے وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی بے قصور ہے تو اگرچہ ساری دنیا ناراض ہو لیکن اس کو قصوروار نہ ٹھہرائے۔ عدل سے دنیا کا نظام صحیح رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ آج دنیا میں ساری خرابیاں عدل وانصاف کے نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو انصاف کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

دوسرا رجل شاب نشا فی عبادۃ اللّٰہ وہ نوجوان جسے اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال دیا، طاقت دی، معاشرہ کیسا ہی خراب تھا، دوست واحباب کیا کچھ کہتے تھے لیکن اس نے اللہ رب العزت سے ڈر کر جوانی کو راگ رنگ، کھیل تماشا، سینما، فلم بینی اور بد اعمالیوں میں برباد نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمتِ خلق میں لگا رہا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا، یہ شخص بھی ملکوتی صفات والا ہوگا، اس وقت اس کو کتنا لطف آئے گا، اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

جوانی میں گناہ کرنے سے بچنا نبوت کی صفات میں سے ہے۔ جب آدمی بوڑھا ہوجائے طاقت نہ رہے، خواہشات نفسانی دب جائیں، اس وقت اگر وہ تسبیح اٹھالے اور نمازیں پڑھے اور حج وعمرہ کرے تو اتنا کمال نہیں، کمال یہ ہے کہ خواہشات عروج پر ہیں، ہر طرف شیطان نے جال پھیلا رکھا ہے، کہیں سینما ہیں، کہیں کلب گھر ہیں، کہیں ٹی وی، ریڈیو، ڈش انٹینا ہیں لیکن اس نے سب کچھ چھوڑ کر جوانی میں اللہ تعالیٰ کو عبادت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت ومحبت سے مخلوق خدا کی خدمت سے راضی کیا۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو جوانی پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب جنتی جنت میں جوان ہوکر داخل ہوں گے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، اس لئے اسلام میں (دل لگی کی باتیں) جسے خوش مزاجی کہتے ہیں اس کی اجازت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑھیا صحابیہ آئیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت میں جاؤں گی یا نہیں؟ فرمایا ''بوڑھی عورتیں جنت

میں نہیں جائیں گی۔'' وہ رو پڑی، فرمایا روتی کیوں ہو؟ حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، پھر رونا ہی ہے۔ فرمایا تو جنت میں جائے گی بوڑھی شکل میں نہیں بلکہ جوان بن کر جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ کو جوان بڑے پسند ہیں۔

کاش! ہمارے نوجوانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ ہی کا خوف پیدا ہوجائے۔ ایک جوان اللہ والا بن گیا تو اس کا گھرانہ پھر محلہ بھی اللہ والا ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام نوجوانوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

تیسرا رجل قلبہ معلق بالمسجد اذا خرج یعود الیہ

فرمایا تیسرا وہ مرد جس کا دل مسجد کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، جب مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد میں جانے کی خواہش کرتا ہے یعنی ابھی ایک نماز باجماعت سے فارغ ہوا تو دوسری نماز کی فکر ہے۔ مثلاً صبح کی نماز پڑھی تو دل میں خواہش ہے کہ ظہر کی نماز پر جاؤں گا، ظہر کے بعد عصر کی فکر، عصر کے بعد مغرب کی فکر، مغرب کے بعد عشاء کی پھر صبح کی نماز کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

چوتھا وہ شخص جو عرش کے سائے میں ہوگا فرمایا ''وہ دو آدمی جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے محبت کرتے ہیں۔''

ملتے وقت بھی اور جدا ہونے کے وقت بھی دونوں کے دلوں میں محبت کے جذبات ہوتے ہیں۔ تمام انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور جو اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے تو خالق کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، جو اس کی رضا کے لئے

ایک دوسرے کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور جو اس کی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا ”جو ایک دوسرے سے دل میں میل رکھتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں، اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں تاکہ آخرت میں عرش کا سایہ نصیب ہو۔

پانچواں وہ ہے کہ ” رجل ذکر اللّٰہ خالیا ففاضت عیناہ“ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا خلوت میں بیٹھ کر شوق سے، محبت سے، درد دل سے بار بار اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے، کہتا ہے اللہ اللہ اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں وہ مرد وعورت قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ آگے فرمایا ولذکر اللّٰہ اکبر (البتہ نام لینا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑی شے ہے) یعنی نماز بھی بے حیائی سے روکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور جلدی بے حیائی اور برائیوں سے آدمی رک جاتا ہے۔

ویسے تو کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے کیونکہ ذکر الٰہی پوری کائنات کی روح ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس کائنات میں اللہ اللہ کیا جاتا ہے“، یعنی جب تک زمین پر اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا قیامت برپا نہیں ہوگی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تمہاری زبان ہر وقت یادِ الٰہی سے تروتازہ رہے، کبھی خشک نہ ہونے پائے۔“

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’اے ایمان والے مرد وعورتو! تم ذکر کیا کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھا کرو۔“

قرآن پاک میں ہے ”کائنات کی ہر چیز اس ذات پاک کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔“

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لاشریک لہ گوید

یعنی جو گھاس کا تنکا بھی زمین سے باہر نکلتا ہے وہ بھی وحدہ لاشریک لہ کہتا ہے۔ (سبحان اللہ!)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس پتھر کو عصا مارو، آپ نے عصا مارا تو پتھر کے بارہ پردوں کے اندر سے ایک چھوٹا سا کیڑا نمودار ہوا، جو بمشکل نظر آ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز بخشا اور فرمایا موسیٰ سنو یہ کمزور مخلوق کیا کہتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کی کمزور آواز سننے کی اور سمجھنے کی توفیق دی تو جب کان لگایا تو وہ کیڑا اللہ کی تسبیح اس طرح کر رہا تھا

سبحان من یرانی
پاک ہے وہ ذات جو مجھے پتھر کے اندھیروں میں دیکھ رہی ہے
ویعرف مکانی اور جو میری جگہ کو جانتا ہے
و یذکرنی ولا ینسانی
اور جو مجھے یاد کیے ہوئے ہے اور بھلاتا نہیں ہے۔ (سبحان اللہ)

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جاری پانی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، سبز ٹہنیاں اللہ کی تسبیح کہتی ہیں، نیا کپڑا اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، جنت کی حوریں ہمہ وقت اللہ رب العزت کی تسبیح میں مصروف رہتی ہیں۔

جو اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ ان کو یاد کرتا ہے

فرمایا:

”فاذکرونی اذکرکم“
تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

حدیث پاک میں تشریح ہے ارشاد فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

> "اے میرے بندو (مرد و عورتیں) اگر تم تنہائی میں میرا ذکر کرتے ہو تو میں بھی تنہائی میں تمہارا نام لیتا ہوں اور اگر تم جماعت میں بیٹھ کر میرا ذکر کرتے ہو تو میں بھی فرشتوں کی جماعت میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کا بندوں کو یاد کرنا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نام لینے والے محبوب بندوں کا نام قیامت تک باقی رکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاری چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہے، آج انہیں وفات پائے سینکڑوں برس گزر گئے مگر آج بھی ہمارے دلوں میں ان کی محبت ہے، ہماری زبانوں پر ان کا نام ہے، ہماری مجالس ان کے تذکروں سے آباد ہیں۔ سب نبیوں سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والے اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آج آسمانوں میں، زمینوں میں، خلاؤں میں، دن میں، رات میں اس محبوبِ خدا کا تذکرہ ہے۔ صدیق اکبرؓ ہوں یا فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ ہوں یا علی المرتضیٰؓ، صحابہ ہوں یا تابعین، شہداء ہوں یا صالحین قیامت تک ان کا نام لیا جاتا رہے گا۔

ہمیں چاہئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ دلوں کی غفلت اللہ کے ذکر سے دور ہوتی ہے، گھروں میں عافیت اسی کا نام لینے سے ہوتی ہے۔ کثرت سے افضل الذکر "لا الہ الا اللہ" پڑھا کریں، جب سانس ختم ہونے لگے تو محمد رسول اللہ کہا کریں۔

اسم ذات "اللہ" کم از کم ایک سو مرتبہ صبح، ایک سو مرتبہ شام کو کہا کریں۔ حدیث پاک میں آیا ہے جو مرد و عورت صبح کو ایک سو مرتبہ "اللہ" کہے شام تک اللہ کی رحمت

برستی ہے اور جو شام کو ایک سو مرتبہ "اللہ" کہے صبح تک اللہ کی رحمت برستی ہے۔ اسی طرح فرمایا جو صبح کو کلمہ چہارم تین مرتبہ پڑھے شام تک موت آ گئی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا اور جو شام کو تین مرتبہ کلمہ چہارم پڑھے صبح تک موت آ گئی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چھٹا عرش کے سائے والا خوش نصیب وہ ہے جسے اونچے خاندان والی مالدار خوبصورت عورت اپنی طرف بلاتی ہے، دعوتِ گناہ دیتی ہے، ظاہری کوئی رکاوٹ بھی نہیں، ظاہراً کوئی دیکھ بھی نہیں رہا لیکن جوانی سے بھرپور خوش شکل مرد کہتا ہے "انی اخاف اللہ" "میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ ہر جگہ ہر وقت مجھے اور تجھے دیکھ رہا ہے، اس کی پکڑ بڑی سخت ہے، میں تھوڑی دیر کی لذت پر ہمیشہ کی راحت قربان نہیں کر سکتا، اگر تو چھوٹی ہے تو میری بیٹی ہے، اگر ہم عمر ہے تو بہن ہے، اگر بڑی ہے تو ماں ہے۔ اسی طرح معاملہ برعکس بھی ہے کہ دعوت گناہ دینے والا مالدار خوبصورت عہدے والا مرد ہو تو عورت کہے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا، میں تو اپنے اللہ سے ڈرتی ہوں، یہ بھی قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ڈرنے والوں میں شمار فرمائے۔ آمین۔

عرش کے سائے کے نیچے ساتواں وہ مرد و عورت ہوں گے جنہوں نے اللہ کے نام خیرات کی اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی صرف اللہ کی رضا کے لئے دیا، اپنے آپ کو شہرت سے، ریا سے دور رکھا اور دینے کے بعد بھی کبھی اس پر احسان نہیں جتایا۔ فرمایا یہ خوش نصیب بھی عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی خوش نصیب بنائے۔ آمین

◆ ◆ ◆

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

دعاء اصل عبادت

دعا ہی عبادت کا مغز ہے۔ قرآن حکیم نے دعاء کو عبادت فرمایا ہے اور اس کے ترک کرنے کو جو تکبر کی وجہ سے دعا نہ کریں جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہونے کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ
عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ○

ترجمہ: مجھے پکارو (دعا کرو) میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”دعا ہی عبادت ہے“۔ اس لئے دعا کو ترک کرنا عبادت ترک کر دینا ہے۔ کسی حال میں دعا ترک نہ کرنا چاہئے اور دین ودنیا کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کے لئے اللہ ہی سے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تمہیں چاہئے کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے

رہو، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ ہی سے مانگو۔''

اگر کوئی ضرورت نہ بھی ہو تب بھی اپنی کوئی ضرورت پیدا کر کے اللہ سے مانگو اور اسی کے سامنے اپنی حاجت لے کر جاؤ اس کے لئے کوئی ورد اختیار کرو۔ دینی و دنیاوی فرائض اور عبادات اور علماء و صلحاء سے روحانی فائدہ اٹھانے سے جو بھی وقت بچے اللہ کی یاد میں بسر کرو اور بے کار مشغلوں میں اوقات ضائع نہ کرو۔

دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے ان کی پیٹھ پیچھے دعا کرنا اپنی حاجتوں کے بر آنے کے لئے بھی مفید ہے اور دعاء بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیر حاضری میں کرتا ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ''کسی مسلمان کے لئے اس کی غیر حاضری میں دعاء پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور دعا کرنے والے شخص کے لئے بھی انہی نعمتوں کی دعاء کرتے ہیں جو وہ دوسرے کے لئے مانگ رہا ہے۔''

دعاء اور ذکر اللہ کی تاثیر کے لئے گناہوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ابن قیم الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ گناہ نجاست اور گندگی ہے۔ اگر کوئی شخص گندگی میں بھی آلودہ رہے اور ذکر اللہ کی خوشبو بھی لگا تا رہے تو خوشبو بھی گندگی کے اثر سے برباد ہو جائے گی۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔ اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ گناہ سے بچتا رہے گا۔ اس طرح ذکر اللہ اور دعاء کے اثرات ان شاء اللہ بہت جلد ظاہر ہوں گے۔

دعاء و اذکار اور تمام اعمال حسنہ میں برکت و قبولیت اور کامیابی کے لئے یہ دس اصول بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

(۱) نیت کی درستگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اعمال کے قبول ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔''

(۲) عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ اصول ایمان توحید و رسالت اور کتب الٰہیہ، تقدیر، خیر و شر، ملائکہ، قیامت، ختم رسالت اور تمام ضروریات دین پر مکمل یقین ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے عہد کے مطابق تمام مالی و بدنی اور لسانی اذکار و عبادات صرف اللہ کے لئے کی جائیں یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ

اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ موت آجائے

(۴) اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کی مدد کیلئے کافی ہے

(۵) اللہ کا خوف دل میں رکھے اور کبھی اس کی گرفت سے بے خوف نہ ہو۔

(۶) کتاب اللہ اور سنت رسول کے احکام کا پابند رہے۔ یہی اخلاقی و روحانی تربیت کا وسیلہ ہے اور اسی کے سبب اللہ تعالیٰ محبت و مغفرت فرمائے گا۔

(۷) شعائر اللہ کا ہمیشہ احترام کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بڑے شعائر چار ہیں: خود بھی ان کا ادب و احترام لازم سمجھے اور کسی دوسرے سے ان کی تحقیر گوارا نہ کرے۔

(i) کتاب اللہ کا ادب و احترام۔ ہمیشہ اس کو پڑھنے میں مشغول رہے۔

(ii) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر۔ ہمیشہ آپ کی سنت اور طریقہ کی

پیروی کرتا ہے۔

(iii) بیت اللہ کا ادب واحترام۔ طواف اور حج، خانہ کعبہ کی سمت نہ تھوکے اور نہ اُدھر رخ کر کے پیشاب کرے۔

(iv) نمازیں۔ خود بھی ادب واحترام سے نماز ادا کرے اور دوسروں کی نماز کا بھی ادب کرے، نہ ان کے سامنے سے گذرے نہ ان کے قریب شور کرے اور نہ اونچی آواز سے تلاوت یا ذکر کرے۔

(۸) دل میں ہر وقت رحمٰن ورحیم کی رفاقت کا دھیان رکھے اور اس کے حکم کونوا مع الصادقین کے مطابق نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور شیطان کی دوستی سے ہمیشہ دور رہے۔ بداطوار لوگوں سے پرہیز کرے۔

(۹) ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھے اور سلیقہ اور خیر خواہی کے ساتھ دوسروں کو بھلائی کی طرف دعوت دے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہو اور ہمیشہ اللہ سے دعاء کرتا ہے۔

◆ ◆ ◆

قرآن مجید کی شان

قرآن مجید شان والی کتاب ہے، جس نبی پر یہ کتاب اتاری گئی وہ بھی شان والے، اس کو دیکھنے والے بھی شان والے، اس کے پڑھنے والے بھی شان والے، اس کے سننے والے بھی شان والے، جن کے سینوں میں قرآن مجید ہے وہ بھی شان والے۔

﴿فرمان: حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ﴾

تقویٰ
کمال باطنی کا معیار

تقویٰ باطنی کمال کا معیار:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی.

ترجمہ: تمام سامانوں سے بہتر سامان اللہ رب العزت کا خوف ہے

تقویٰ کی حقیقت:

تقویٰ کے لغوی معنی بچنے اور خوف کرنے کے ہیں لیکن وحی الٰہی کی اصطلاح میں تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر ناظر ہونے کا یقین پیدا کرے۔ دل میں خیر و شر کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویٰ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تقویٰ ایسا جامع لفظ ہے جو تمام احکام

شریعت کی بجا آوری اور معاصی سے پرہیز کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ درحقیقت اگر غور کیا جائے تو اسلام ایک انسان میں جس نوعیت کا کریکٹر پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی مکمل تصویر لفظ تقویٰ میں موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے اور اس کے جمیع احکام بجالانے کا نام ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ اللہ رب العزت کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنے اور اس کے مقرر کردہ فرائض کو بجالانے کا نام ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اے امیر المومنین اگر آپ کسی ایسے جنگل سے گزریں جو کانٹوں اور جھاڑیوں سے بھرا ہوا ہو تو کیا کریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کو سمیٹ لوں گا اور اپنے دامن کو کانٹوں سے بچانے میں پوری جدوجہد کروں گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس یہی تقویٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کے لئے اپنی پوری طاقت خرچ کردینے کا نام تقویٰ ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج کل اس لفظ کا مفہوم محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہرا یرا غیرا متقی ہونے کا دعویدار ہو جاتا ہے۔

تقویٰ کے مراتب:

چونکہ تقویٰ اصطلاح شریعت میں ان چیزوں سے بچنے کا نام ہے جو آخرت میں مضر ہوں اور ضرر کے درجات مختلف ہیں اسی وجہ سے تقویٰ کے درجات بھی مختلف ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ شرک و کفر سے تائب ہو کر عذاب دائمی سے بچے اس لحاظ سے ہر مسلمان کو خواہ وہ کیسا ہی ہو متقی کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس آیت میں اسی تقویٰ کی

طرف اشارہ ہے

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

یعنی کلمہ توحید کو لازم فرمادیا۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو اصرار علی الصغائر اور ارتکاب کبائر کی مضرت سے محفوظ رکھے اکثر علماء کے نزدیک جب تک کوئی کبائر و صغائر دونوں قسم کے گناہوں سے پرہیز نہیں کرے گا اس وقت تک اس کو متقین میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اہل شریعت کی اصطلاح میں جب تقویٰ کا لفظ بولا جاتا ہے تو یہی معنی مراد ہوتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خل الذنوب صغرها و كبيرها ذاك التقىٰ
واصنع كماش فوق ارض التبوك يحذر ما يرىٰ
لا تحقرن صغيرة ان الجبال من الحصىٰ

ترجمہ: یعنی چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے۔ خدا کی راہ میں اس طرح چل جس طرح کہ خاردار جنگل میں ڈر ڈر کر سنبھل سنبھل کر کوئی چلتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی حقیر مت سمجھ۔ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں ہی سے پہاڑ بنتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ قلب کو ہر اس چیز سے محفوظ کرلیا جائے کہ جو خدا تعالیٰ سے غافل کرتی ہو یعنی سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ جمیع خطرات اور خیالات سے آئینہ دل کو صاف کر کے ہمہ تن جمال جہاں آراء میں محو اور مشغول ہو جائے۔ یہ تقویٰ حقیقی ہے۔ اس مرتبہ کے متقی صرف انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے

اس آیت سے تقویٰ کا یہی مرتبہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین

تقویٰ معیار فضیلت ہے:

قرآنی تعلیمات نے رنگ، خاندان، دولت اور حسب نسب غرضیکہ نوع انسانی کے ان صدہا خودساختہ اعزازی مرتبوں کو مٹا کر صرف ایک ہی امتیازی معیار قائم کیا جس کا نام تقویٰ ہے جو ساری نیکیوں کی جان ہے اور ہر قسم کی فوز وفلاح کا سرچشمہ اور سفر آخرت کا توشہ ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

لہٰذا جو شخص جس قدر نیک خصلت اور مؤدب و پرہیزگار ہوگا اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ یہ ذاتیں اور خاندان تو اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں شرف وفضیلت اور عزت کا اصلی اور امتیازی معیار تقویٰ ہے، اسی حقیقت کو دل میں بٹھانے کے لئے شان والے نبی سرتاج الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا الکرم التقویٰ یعنی بزرگی اور شرافت تقویٰ کا نام ہے اور اسی کے لئے حجۃ الوداع کے اعلان عام میں فرمایا کہ عرب کو عجم پر اور گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں، برتر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تقویٰ کا معیار فضیلت ہونا:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی

اللہ علیہ وسلم قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِالتَّقْوٰی. (رواہ احمد)

شان والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "تو کسی گورے اور کالے سے اچھا نہیں مگر یہ کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ جائے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو ہر وقت دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہی ہیں۔ کسی کو کیا مجال جو ہمارے آگے دم مارے۔ ویسے کہنے کو تو آدمی جو چاہے کہہ دے لیکن اسے آخر سمجھنا چاہئے کہ وہ کیا اور اس کی بساط کیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو دنیا کی ساری پریشانیوں کی جڑ ہر ایک کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے حالانکہ یہ سراسر حیوانیت ہے اور ایسے آدمی کو قیامت کے دن ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور اس کی ایسی درگت بنے گی جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔ فرشتے ایسے آدمی کو گھسیٹ کر جہنم کے ایک قید خانے میں ڈال دیں گے اوپر سے اسے آگ ڈھانپ لے گی۔ یہ آگ ایسی ہوگی کہ دنیا میں جتنی آگیں دیکھی جاتی ہیں وہ سب اس کا ایندھن ہوں گی۔ مغرور اور متکبر لوگ توجہ سے اپنا حال سن لیں اور دنیا میں اکڑنا، غرور وتکبر اور مونچھوں کو تاؤ دینا چھوڑ دیں۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو کیا سکھا رہے ہیں۔ وہ یہ فرما رہے ہیں کہ اپنے کو بڑا مت سمجھنا۔ ہر انسان اپنی جگہ پر قابل قدر ہے کوئی کسی سے بڑا یا اونچا نہیں ہے۔ ظاہری چیزوں میں سے کوئی چیز ایک کو دوسرے سے نہیں بڑھاتی۔ ہاں اگر آدمی کسی سے بڑھ سکتا ہے تو فقط تقویٰ کی وجہ سے کہ اپنے باطن کو صاف کرلے اپنی ہر گفتگو اور اپنے ہر عمل وفعل میں احتیاط سے کام لے جو کام بھی کرے اس میں اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس رکھے ہر عمل میں اس کا خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے بارے میں اس سے باز

پرس ہوگی۔ الغرض انسان کی برتری اور فوقیت کا مدار یہی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

پرہیزگاری اور نوافل:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ اٰخر بِرَعْةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ایک آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا کہ وہ نفل نماز، روزے، وظیفہ وظائف، ذکر و شغل میں لگا رہتا ہے اور ایک اور آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نفلی عبادت میں لگا رہنا پرہیزگاری کے برابر نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ جو آدمی نفل نمازوں، نفلی روزوں اور وظیفوں وغیرہ میں تو خوب محنت کرتا ہے اور ہر وقت ان میں لگا رہتا ہے لیکن حرام سے نہیں بچتا اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے لوگوں میں ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو شرک کی حد تک پہنچ جاتے ہیں ان کے روزہ، نماز، تسبیح اور شب بیداری کو دیکھ کر یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ یہ لوگ بہت پہنچے ہوئے ہیں جب تک کہ شرک سے نہ بچیں۔ کیونکہ اس کے بغیر نجات ممکن ہی نہیں چاہے کوئی کتنا ہی عبادت گزار ہو۔ الغرض اس حدیث میں ہمیں ایک بڑے کام کی بات بتائی گئی ہے کہ نفل نمازوں اور چلہ کشی وغیرہ میں مشغول رہنے سے بہتر ہے کہ فرائض ادا کئے جائیں اور منع کردہ چیزوں سے بچا جائے۔

جو چیزیں منع ہیں ان میں سے بعض تو حرام ہیں ان سے تو ہر ایک کو بچنا واجب ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں شبہ ہوتا ہے محتاط لوگ ان سے بچتے ہیں اور بعض لوگ تو ان چیزوں سے بھی بچتے ہیں جو شریعت میں جائز تو ہیں مگر غیر ضروری ہیں اور

یہ سب ورع کے درجے ہیں جس کے لئے دوسرا لفظ تقویٰ ہے۔

تقویٰ غضب خداوندی کو بجھا دیتا ہے:

قال النبی صلی الله علیه وسلم دمعة العاصی تطفی غضب الرب او کما قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم

ترجمہ: شان والے نبی امام الانبیاء سید المرسلین محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''گناہ گار کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اللہ پاک کے غضب کو بجھا دیتے ہیں۔''

اور یہ سب تقویٰ ہی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا ہو اولاً تو وہ گناہ نہیں کر سکے گا بلکہ جب بھی گناہ کا ارادہ کرے گا تو وہ خوف خدا اس کے دل پر غالب ہوگا کہ اسے گناہ کرنے پر قدرت نہیں دے گا اور اگر کسی طرح گناہ کا مرتکب ہو بھی گیا تو عذاب خداوندی رحمت خداوندی میں تبدیل ہو جائے گا۔

خوف خدا سے رونے کا اجر:

عن ابن عباس وابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم من ذرفت عیناه من خشیة اللّٰه تعالیٰ کان له بکل قطرة من دموعه مثل جبل احد فی میزانه وله بکل قطرة عین فی الجنة علیٰ ما فیها فی المدائن والقصور مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر او کما قال علیه السلام

جس خوش قسمت انسان کی دونوں آنکھیں خوفِ الٰہی سے قطرے

بہانے والی ہوئیں تو اللہ کے ہاں اس کا ہر قطرہ میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک چشمہ ملے گا جس کے دونوں کناروں پر ایسے خوبصورت اور وسیع شہر اور مکان ہوں گے جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال گذرا ہوگا

تو یہ اجر خداوندی اسی کو حاصل ہوگا جس کو تقویٰ کی سعادت حاصل ہوگی کیونکہ تقویٰ سے گناہوں کا یاد آنا اور آنکھوں کا آنسو بہانا نصیب ہوگا جو رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے شان والے رسول، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> من تذکر خطایاه وبکٰی عیناه رضی منه الا له
>
> جس نے اپنے گناہوں کو یاد کیا اور دونوں آنکھیں اس کی روئیں تو خداوند کریم اس سے راضی ہوگیا

تین آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شان والے نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> حرمت النار علٰی ثلاثة اعین عین بکت من خشیة اللّٰه وعین سهرت فی سبیل اللّٰه وعین غمضت عن محارم اللّٰه. (الترغیب: ج۴، ص ۲۲۸)
>
> ترجمہ: تین آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے ایک تو وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے ہمیشہ گریہ وزاری کرتی رہی، دوسری وہ آنکھ جو آرام کی نیند چھوڑ کر ہمیشہ عبادت خداوندی میں جاگتی رہی، تیسری وہ آنکھ

> جو حرام چیزوں کی طرف نظر کرنے سے بچتی رہی

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ تقویٰ اور خوفِ الٰہی آدمی کو جہنم سے آزاد کرواتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں شان والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> لا یدخل او یلج النار رجل بکٰی من خشیة اللّٰه حتی یعود اللبن فی الضرع او کما قال علیه السلام
>
> (ترمذی ج ۲، ص ۵۷، ایچ ایم سعید)
>
> ترجمہ: یعنی وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خدا کے عذاب سے ڈر کر رویا ہو یہاں تک کہ تھن میں دودھ لوٹ جائے۔

یہ تعلیق بالمحال ہے کہ جس طرح تھن کے اندر دودھ کا لوٹ جانا محال ہے اسی طرح اس کا دوزخ میں جانا بھی محال ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنا خوف نصیب فرمائے، اپنی نافرمانی سے اور شان والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

تعلیماتِ نبوی کا خلاصہ اور جمیع عبادات سے مقصود تقویٰ:

اگر شان والے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کا خلاصہ ہم صرف ایک لفظ میں ادا کرنا چاہیں تو ہم اس کو تقویٰ کے لفظ سے ادا کر سکتے ہیں۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد اپنے ہر عمل کے قالب میں اسی تقویٰ کی روح پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ قرآنی آیات کریمہ کو غور سے دیکھنے اور تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ عبادات سے مقصود تقویٰ ہے۔ مثلاً عبادت خدا وحدہٗ لاشریک لہ کے بارے میں حکم ارشاد کیا گیا:

> یَآ اَیُّهَا النَّاس اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن. (پ ۱، ع ۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور
تم سے پہلے لوگوں کو (عبادت اس لئے کرو) تاکہ تم متقی ہو جاؤ

تو معلوم ہوا خدا تعالیٰ کی عبادت سے مقصود تقویٰ ہے اسی طرح روزہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (پ ۲، ع ۶)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا
کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے (یہ روزے اس لئے فرض
کئے گئے ہیں) تاکہ تم متقی ہو جاؤ

تو معلوم ہوا روزوں سے بھی مقصود تقویٰ ہے۔ اسی طرح حج کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

بے شک اچھا توشہ تقویٰ ہے

اسی طرح قربانی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ تو قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان
کا خون لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے

تو معلوم ہوا قربانی سے بھی اصل مقصود تقویٰ ہے۔

الغرض جمیع عبادات سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ سے رضاءِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

◆◆◆

متقین کیلئے خوشخبری

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا اَوْ كما قال عليه الصلوٰة والسلام. (مشکوٰۃ، ص ۴۴۵، ایچ ایم سعید)

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کی روانگی کے وقت شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے کام اور فرائض کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے ان کے ساتھ چلے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اونٹنی کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذؓ شاید اس سال کے بعد تو مجھ سے نہ مل سکے اور شاید تو میری اس مسجد اور قبر کے پاس سے گزرے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمہ سے رو دیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ مدینہ کی طرف کر لیا اور فرمایا:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِیْ اَلْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا اَوْ حَیْثُ کَانُوْا

اے معاذ گھبراؤ نہیں یہ جدائی عارضی ہے بے شک قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو

اے ایماندارو اور مسلمان بھائیو! شان والے نبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہمیں بہت کچھ سکھاتی ہے۔ سب سے پہلے تو اس میں حسن اخلاق کا ایک بیش بہا سبق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے اور آپ کی شان کا تصور کیجئے اور اس برتاؤ کا ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے ساتھی کو سفر پر بھیجنے اور اس کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ ساتھی اونٹنی پر سوار ہے اور نبیوں کے سردار امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اس کے پیچھے چل رہے ہیں اور اس کو کام اور فرائض کے بارے میں ہدایات دیتے جارہے ہیں۔ آج کل ہمارے بڑے لوگ وزیر اعظم سے لے کر گھر کے سربراہ بلکہ ایک فرد کے حاکم کا بھی یہ حال ہے کہ وہ اپنے ماتحت سے انتہائی تعظیم اور ادب کا طالب ہے۔ کیا موجودہ سربراہ حضرات اپنے ماتحت افراد سے اس طرح کا سلوک گوارا کریں گے جو کائنات کے سردار نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ روا رکھا۔ موجودہ دور کے بڑوں کا اپنے ماتحتوں کے ساتھ تکبر و غرور پر مبنی سلوک ان کی نادانی اور جہالت ہے۔ اس انداز سے نوکروں کو خوشامد کا عادی تو بنایا جاسکتا ہے مگر ان کے دلوں میں اپنا احترام ہرگز نہیں بٹھایا جاسکتا۔

اس کے بعد ہمارے لئے اس میں یہ سبق ہے کہ موت زندہ چھوڑنے والی نہیں، اس سے کوئی گھر خالی نہیں۔ یہی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم، ماں باپ کو اولاد سے جدا اور بہنوں، بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والی ہے۔ ایک دن شادی کا انتظام ہورہا تھا گھر والے اور دوست اقارب خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے تو دوسرے دن یہی لوگ کسی عزیز کی جدائی کے صدمہ میں آنکھوں سے آنسو بہا بہا کر بے حال ہوجاتے ہیں۔ الغرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مجھے بھی یہاں سے سفر درپیش ہوگا اور وفات مجھے جسمانی لحاظ سے تم سے جدا کردے گی تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جدائی کے صدمے سے رونے لگے تو رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ سے ڈرنے والے اور اس کے حکم پر چلنے والے مجھ سے باطنی نزدیکی رکھتے ہیں خواہ وہ ظاہری طور پر مجھ سے کتنے ہی دور ہوں اور خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہوں تو آپ کا یہ ارشاد مبارک متقین کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔

صاحب تقویٰ کی جزاء:

خالق کائنات کا بڑی تاکید و عظمت کے ساتھ شاہی انداز میں اعلان ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ○ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ○ وَکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ○ وَکَاْسًا دِھَاقًا ○ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا ○ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا ○ (پ ۳۰، ع ۱)

ترجمہ: تحقیق (خدا سے ڈرنے والوں) کو ان کی مراد ملنی ہے۔ باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب (یعنی نوساختہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی اور سب ایک ہی عمر کی ہوں گی) اور پیالے چھلکتے ہوئے (شراب طہور کے) نہ سنیں گے وہاں لغو بک بک اور نہ جھوٹ (یعنی جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے) یہ بدلا ہے تیرے رب کا دیا ہوا حساب سے یعنی رتی رتی کا حساب ہوکر بدلہ ملے گا اور یہ بدلہ محض اس کی بخشش اور رحمت سے ملے گا۔

ظاہر ہے اللہ رب العزت پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت

عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے۔ رہی جنت تو وہ خالص اس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے۔ اس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ دوسری ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں یہ مختصر زندگی اپنی رضا میں گزار کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام اور سکون کی زندگی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اسی کا نام فلاح اور کامیابی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی اللہ رب العزت سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ

اگر دنیا میں تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کے ساتھ ان کو برداشت کر لینا چاہئے کیونکہ دنیا کی آسائش و آرام کی نسبت آخرت کی کامیابی بہتر ہے۔ شہنشاہی اعلان ہے وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی کہ آخرت پرہیزگاروں کیلئے بہتر ہے اسی طرح سورۂ یوسف میں ارشاد فرمایا وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ البتہ آخرت کا گھر پرہیز کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے یا کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ فانی اور بے حقیقت چیز اچھی ہے یا باقی اور پائیدار چیز اچھی ہے۔ سورۃ الرعد میں متقین کے لئے جنت کا اور اس کے میوہ جات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ.

یعنی جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کی عمارات اور اشجار) کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا

یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا۔ سورہ ق میں ارشاد فرمایا:

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ۝

ترجمہ: جو کوئی اللہ سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا اس (جنت) میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ (یعنی جنہوں نے دنیا میں تقویٰ اختیار کئے رکھا، خدا تعالیٰ کو یاد رکھا اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے اور بن دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے اور پاک و صاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے، اس جنت کا وعدہ ایسے ہی لوگوں سے کیا گیا تھا، اب وقت آ گیا ہے کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔ فرشتے ان کو سلام کریں اور ان کے پروردگار کا سلام پہنچائیں) ہمیشہ رہنے کا دن یہی ہے (اس دن جس کو جو کچھ ملا ہمیشہ کیلئے ہوگا) انہی کو جو کچھ وہ چاہیں گے وہاں ملے گا اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں مثلاً دیدارِ الٰہی کی لذت بے قیاس اور ممکن ہے ولدینا مزید سے یہ غرض ہے کہ ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے جنتی کتنا ہی مانگیں سب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آتی نہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا اتنی بے شمار و بے حساب عطایا کو مستبعد نہ سمجھو۔ دنیا کی بہار میں تو سب شریک ہیں، مگر آخرت کی یہ نعمتیں اور عطایا متقین کے ساتھ مخصوص ہوں گی۔ چنانچہ سورہ زخرف میں ارشاد فرمایا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ کہ آخرت (مع ابدی نعماء و آلاء کے) تقویٰ والوں کے لئے ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی انجام کار تقویٰ کے لئے ہے۔ انسان کو چاہئے پرہیزگاری اختیار کرے انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا تعالیٰ عزوجل کس طرح اس کی مدد فرماتے ہیں۔

◆ ◆ ◆

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا شب قدر کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ، ص ۱۲۵، ایچ ایم سعید)

قرآن مجید کی سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔ خصوصاً نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن اور عرفہ وعید کی درمیانی رات، ان تمام ایام میں خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیر تشریق:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ○

عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد با آواز بلند ایک مرتبہ یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا پڑھنے والے اس میں برابر ہیں۔ اسی طرح مرد وعورت دونوں پر واجب ہے البتہ عورت با آواز بلند تکبیر نہ کہے آہستہ کہے۔ (شامی)

تنبیہ:

اس تکبیر کا متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں، پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔

مسنون اعمال وترکیب نمازِ عید:

عید الاضحیٰ کے روز یہ اعمال مسنون ہیں: صبح سویرے اٹھنا، غسل ومسواک کرنا، پاک صاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا، خوشبو لگانا، عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر مذکور الصدر با آواز بلند کہنا۔

نمازِ عید دو رکعت ہیں مثل دوسری نماز کے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

اہمیت قربانی:

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ اسی طرح آج تک

بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۃ اِنَّـا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی، قربانی بھی اسی کے نام کی ہونی چاہئے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر کا یہی مفہوم ہے۔ دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰـهِ رَبِّ
الْعَالِمِیْن (سورۃ الانعام: ۱۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، ہر سال برابر قربانی کرتے تھے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے۔ (ترمذی)

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لئے مخصوص نہیں ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحقیق شرائط واجب ہے، اسی لئے جمہور احناف کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (شامی)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟

☆ قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے۔ جس کی مِلک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجت اصلیہ سے زائد موجود ہو۔ یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ ہو۔ (شامی)

☆ قربانی کے معاملہ میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں۔ بچہ اور مجنون کی ملک میں اگر اتنا مال ہو بھی تو اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔ اسی طرح جو شخص شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو، اس پر بھی

قربانی لازم نہیں۔ (شامی)

☆ جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہوگئی۔ (شامی)

قربانی کے دن:

قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں۔ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں۔ اس میں جب چاہے قربانی کر سکتے ہیں، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔

قربانی کے بدلے صدقہ وخیرات:

اگر قربانی کے دن گذر گئے، ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کر سکا تو قربانی کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ لیکن قربانی کے تین دونوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا، ہمیشہ گناہ گار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، اسی طرح صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعامل اور اتفاق صحابہؓ اس پر شاہد ہیں۔

قربانی کا وقت:

کسی نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں وہاں لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید پہلے دن نہ ہوسکے تو نمازِ عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: قربانی رات کو بھی جائز ہے، مگر بہتر نہیں۔ (شامی)

قربانی کے جانور:

بکرا، دنبہ، بھیڑ ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے۔ گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو، کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

مسائل:

☆ بکرا، بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ گائے، بیل، بھینس دو سال کے، اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کیلئے کافی نہیں۔

☆ اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

☆ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی درست ہے۔ ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

☆ خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)

☆ اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں پر نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

☆ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی، درمختار)

☆ اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

☆ اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہوگیا تو اگر خریدنے والا غنی اور صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی اور صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (درمختار وغیرہ)

قربانی کا مسنون طریقہ:

اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرایا جاسکتا ہے۔ مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔

مسئلہ: قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ البتہ ذبح کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا ضروری ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب جانور ذبح کرنے کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرکے لٹائیں تو یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ
وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ علیھما السّلام۔

آداب قربانی:

قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔

مسئلہ: قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسا کر لیا تو دودھ اور بال یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

مسئلہ: قربانی سے پہلے چھری کو خوب تیز کر لیں اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کریں۔ ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کریں، جب تک جانور پوری طرح ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (بدائع)

متفرق مسائل:

عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں، لیکن جس شہر میں کئی جگہ نماز عید ہوتی ہو تو شہر میں کسی ایک جگہ بھی نمازِ عید ہو گئی تو پورے شہر میں قربانی جائز ہو جاتی ہے۔ (بدائع)

☆ قربانی کے جانور کا اگر ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا یا ذبح کے وقت اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آیا تو اس کو بھی ذبح کر دینا چاہئے۔ (بدائع)

☆ جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کا جانور خرید لیا، پھر وہ گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو واجب ہے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں۔ اگر دوسری قربانی کرنے کے بعد پہلا جانور مل جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس کی بھی قربانی کر دے لیکن اس کی قربانی اس پر واجب نہیں، اگر یہ غریب ہے جس پر پہلے سے قربانی واجب نہ تھی، نفلی طور پر اس نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا، پھر وہ مر گیا یا گم ہو گیا تو اس کے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں۔ ہاں اگر گمشدہ جانور قربانی کے دنوں میں مل جائے تو اس کی قربانی کرنا واجب ہے اور ایام قربانی کے بعد ملے تو اس جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

قربانی کا گوشت:

☆ جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کیا جائے۔

☆ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کیلئے رکھے، ایک حصہ احباب و اعزہ میں تقسیم کریں اور ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کریں۔ جس شخص کے عیال زیادہ ہوں وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔

☆ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

☆ ذبح کرنے والے کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں، اجرت علیحدہ دینی چاہئے۔

قربانی کے جانور کی کھال کے مسائل:

شریعت نے قربانی کرنے والے کو قربانی کے جانور کی کھال میں کئی طرح کا اختیار دیا ہے لیکن فروخت کرنے سے اکثر صورتوں میں قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں واجب نہیں ہوتا، یہاں ان سب مسائل کی کچھ ضروری تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

کھال کے احکام:

☆ قربانی کی کھال اپنے اور اہل و عیال کے استعمال میں لانا جائز ہے۔ مثلاً کتابوں کی جلد، مشکیزہ، ڈول، دسترخوان، جراب، جوتا وغیرہ۔ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کی جا سکتی ہے، یہ بلا کراہت جائز ہے۔ (ہدایہ و درمختار)

لیکن ان چیزوں کو کرایہ پر دینا جائز نہیں، اگر دے دیں تو جو کرایہ ملے اس کا صدقہ واجب ہے۔ (شامی و عالمگیری)

☆ یہ بھی جائز ہے کہ کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی کو ہبہ میں (بلا معاوضہ) دے دی جائے۔ جس کو دی جائے، خواہ وہ سید اور مالدار ہو یا اپنے ماں باپ اور اہل و عیال کے ساتھ ہو، اجنبی ہو یا رشتہ دار، کافر ہو یا مسلمان ہر ایک کو بلا معاوضہ دینا جائز ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری، امداد الفتاویٰ)

☆ فقراء و مساکین کو خیرات میں بھی دی جا سکتی ہے یہ مستحب اور بہتر ہے واجب نہیں۔

☆ قربانی کی کھال، گوشت، چربی، اون اور آنتیں وغیرہ۔ یعنی قربانی کے جانور کا کوئی جزو کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ اگر دے دیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری، امداد الفتاویٰ)

☆ قربانی کے جانور کی جھول، رسی اور ہار جو گلے میں پڑا ہو، وہ بھی کسی کی خدمت کے معاوضے میں دینا جائز نہیں۔ ان چیزوں کو خیرات کر دینا مستحب ہے۔
(شامی، عالمگیری، ہدایہ، عزیز الفتاویٰ)

☆ قربانی کی کوئی چیز قصائی وغیرہ کو بھی اس کی مزدوری میں دینا جائز نہیں، اس کی مزدوری الگ دینی چاہئے۔ (ہدایہ و درمختار)

☆ امام و مؤذن کو بھی حق الخدمت (تنخواہ) کے طور پر دینا جائز نہیں۔ حق الخدمت اور معاوضے کے بغیر ہر ایک کو دے سکتے ہیں۔

کھال کی قیمت کے احکام:

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کو فروخت کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ روپے کے بدلے فروخت کی تو اس رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر ایسی کسی اور چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں نہیں آتی

یعنی اسے خرچ کئے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا مثلاً کھانے پینے کی چیزیں اور تیل، رنگ و روغن وغیرہ۔ ان اشیاء کا بھی صدقہ واجب ہے، یہ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ کسی اور مصرف میں لانا جائز نہیں۔ (ہدایہ، بدائع، امداد الفتاویٰ)

ان اشیاء کے بدلے قربانی کی کھال اس نیت سے فروخت کرنا کہ اپنے خرچ میں لے آئیں گے مکروہ ہے۔ صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن کسی بھی نیت سے فروخت ہو، بیع نافذ ہو جائے گی اور اشیاء کا صدقہ بہر حال واجب ہوگا۔ (بحر، درمختار، عالمگیری)

اور اگر قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں آتی ہے یعنی اسے خرچ کئے بغیر اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے مثلاً کپڑے، برتن، میز، کرسی، کتاب اور قلم وغیرہ ان اشیاء کا صدقہ واجب نہیں۔ ان کا وہی حکم ہے جو پیچھے کھال کے بیان میں ذکر کیا جا چکا ہے یعنی خود اپنے کام میں لانا، دوسرے کو ہبہ میں (بلا معاوضہ) دیدینا اور خیرات کرنا سب جائز ہے۔ (بدائع، درمختار، امداد الفتاویٰ)

پھر اگر ان اشیاء کو روپے، کھانے پینے اور خرچ ہونے والی اشیاء کے بدلے فروخت کر دیا تو حاصل ہونے والی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ۔ جلد۳، ص۵۷۳)

◆◆◆

یہ دنیا راہ گذر ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سبیل. (بخاری ج ۲، ص ۹۴۹، ایچ ایم سعید)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھے پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ ”دنیا میں مسافر کی طرح رہو بلکہ چلتے مسافر کی طرح۔“

یہ مبارک حدیث جوامع الکلم میں سے ہے یعنی الفاظ مختصر اور تشریح بہت زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام کائنات سے اشرف بنایا اور اس کا مقصد بھی اعلیٰ بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے سارا جہاں انسان کیلئے بنایا اور انسان کو اپنی عبادت اور رضا جوئی کے لئے بنایا۔ انسانی زندگی کے تمام منازل صرف اس لئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طلب میں کوشاں رہے اور اس کی مرضی کا طالب رہے۔ انسان بادشاہ ہو یا فقیر، امیر ہو یا غریب، اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد میں مصروف رہا تو کامیاب ہے ورنہ ناکام۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نہایت ہی عجیب انداز میں ہدایت فرمائی کہ دنیا مسافر خانہ ہے یہاں کسی نے بھی ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ جو آیا ہے وہ جانے کے لئے ہی آیا ہے اور جو گیا ہے پھر واپس نہیں آیا۔ چند دن کی زندگی کے لئے بڑی بڑی عمارتیں اور بے انتہا مال و دولت جمع کرنا کم عقلی کا کام ہے۔ دنیا کے لئے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے اور آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اتنی محنت کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا

آخرت میں تمام مراحل (وزن اعمال کے وقت پل صراط سے گذرنے کے وقت) آسانی سے گذرنا ہے تو اس مبارک ارشاد کو یاد رکھ کہ دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کرنی ہے۔ تو مسافر ہے، مسافر کی شناسائی لوگوں سے کم ہوتی ہے، سامان کم ہوتا ہے، تعلقات بہت کم ہوتے ہیں، عام لوگوں کے تعلقات کی وجہ سے جو روحانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں (مثلاً حسد، کینہ، بغض، لڑائی جھگڑا وغیرہ) وہ بھی کم ہوں گی۔ مسافر کی اپنی منزل مقصود پر نظر رہتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتا ہے۔ مسافر سفر میں اپنے مال و دولت، دکان و مکان، خویش و اقارب میں مشغول نہیں رہتا، صرف منزل مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! تیرا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا

ہے۔ اس لئے ہر اس چیز سے جو یاد الٰہی سے روکنے والی ہے اس سے دور رہو۔ دنیا کی نیرنگیاں اور شادابیاں تیری راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اور تجھے تیرے اصلی مقصود سے ہٹا نہ دیں۔ یہ دنیا فانی ہے یہاں نہ کسی کی بنی ہے نہ بنے گی۔ کبھی ایک کو کنگن پہناتی ہے پھر اس سے اتار کر دوسرے کو دیتی ہے۔

بہار دنیا ہے چند روزہ یہاں نہ چل سر اٹھا اٹھا کر
خدا نے ایسے کروڑوں نقشے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

چاہے کوئی تخت و تاج کا مالک ہو یا رستم دوراں ہو، کسی کو ناز نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اللہ رب العزت قادر مطلق ہیں۔ جسے چاہتے ہیں ایک آن میں گدائی سے بادشاہی دے دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ایک آن میں بادشاہ سے گداگر بنا دیتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے
جو نہ دھوپ میں کبھی نکلتے تھے
گردشِ چرخ سے ہلاک ہوئے
استخواں تک بھی ان کے خاک ہوئے
تاج میں نکلتے تھے جن کے جوہر
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر
رشک یوسفؑ جو تھے جہاں میں حسیں
کھا گئے ان کو آسمان و زمیں
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے
اور یہی دنیا کا کارخانہ ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب صبح کرو تو شام تک امیدیں مت باندھو اور جب شام کرو تو صبح تک امیدیں مت باندھو۔ آج تو ہم چند روزہ زندگی کے لئے حلال و حرام کی تمیز بھی نہیں کرتے۔ جائز و ناجائز کو بھی نہیں دیکھتے۔ جو کچھ تم دنیا میں رشوت و سود خوری سے بنا رہے ہو یہ سب کچھ دوسروں کے لئے کر رہے ہو۔ کیوں اپنے آپ کو دوسروں کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔ خالی ہاتھ جیسے آئے تھے خالی ہاتھ جاؤ گے۔ فرعون و ہامان، شداد و نمرود و قارون میں سے کون خزانے اپنے ساتھ لے گیا۔ لہٰذا اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ دنیا و مافیہا کی محبت دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دل میں جگہ دو۔

دلا غافل نہ ہو یکدم، یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی، زمیں اندر سمانا ہے
وہ بھائی بدن تیرا، جو لیٹے سیج پھولوں پر
یہی ہوگا ایک دن، جس کو کیڑوں نے کھانا ہے

اصلی مقصد حاصل کرنے میں کانٹا آتے ہی اسے ہٹا دے۔ دنیا کی راحتیں جس روپ میں بھی آ کر تجھے خراب کرنے کی کوشش کریں اسے ٹھوکر مار دے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر اپنی آخرت کو بہتر بنا اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنا کر دنیا میں مسافروں کی طرح رہ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا کہ تجھے دنیا و آخرت میں ہمیشہ کی راحت حاصل ہو۔

◆

غریب و نادار کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَائِهِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا یَاعَائِشَةُ لَا تَرُدِّ الْمَسَاکِیْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ یَاعَائِشَةُ اَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ وَقَرِّبِیْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۶۰، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ مجھے زندہ رکھ مسکینی کی حالت میں اور موت دے تو مسکینی کی حالت میں اور قیامت کے دن حشر بھی مسکینوں کے ساتھ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعا سنی تو کہنے لگیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسی دعا کیوں فرمارہے ہیں؟ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ فرمایا اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے خالی ہاتھ نہ جانے دینا اگرچہ اس کو دینے کے لئے تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ نیز فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اپنے دل میں مسکین کی محبت رکھو اور ان کو اپنے قریب کرو اگر تم ایسا کرو گی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنی قربت سے نوازے گا۔ (ترمذی شریف)

اس مبارک حدیث میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں مردوں عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مسکینوں سے محبت و ہمدردی کی جائے اور مسکینوں کو تسلی دی گئی ہے کہ گھبراؤ نہیں یہ دنیا کی تکلیف تو عارضی ہے اس پر صبر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند فرمائیں گے اور ہمیشہ کی نعمتیں دوسروں سے جلدی نصیب ہوں گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! ”تمہارا فقر اس بات پر تمہیں نہ اکسائے کہ تم اپنی روزی ناجائز وسائل و ذرائع سے حاصل کرنے کی طلب رکھنے لگو یعنی اگر اللہ رب العزت نے تمہیں مسکین بنایا ہے تو تم اس پر صابر و شاکر رہو ایسا نہ ہو کہ روزی کو بڑھانے کے لئے ایسا کام کرو جو شریعت کے خلاف ہو یقیناً سب سے بڑا بدبخت وہ ہے جو دنیا میں فقر و فاقہ کا شکار رہا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ٹھہرے۔ (بیہقی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق کا دیا جانا اور اپنے دشمنوں پر مدد کا ملنا انہیں لوگوں کی برکت سے ہے جو تم میں کمزور ہیں۔

یعنی ایسے لوگ جو کمزور و نادار نظر آتے ہیں اور دنیاوی جاہ و حشم سے خالی ہوتے ہیں ان کا وجود پوری کائنات کے لئے خیر و برکت کا باعث ہے اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک تمام لوگوں کی بھلائی و بہتری کا ضامن ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ ان کے ساتھ ہمدردی اور پیار و محبت سے پیش آکر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق ہوں۔

◆ ◆ ◆

اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ
بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

درود شریف
کی
شان اور فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا۔ (مشکوة ج ١، ص ٨٦، ایچ ایم سعید) (مسلم ج ١، ص ١٧٥، ایچ ایم سعید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ (درود شریف) بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ (رحمت نازل فرماتے ہیں) صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے جس طرح مختلف اشیاء میں الگ الگ رنگ، الگ الگ خوشبو الگ الگ ذائقے رکھے ہیں اسی طرح اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور اجر ہیں۔ درود شریف کثرت سے پڑھنا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی

قرب اور اللہ رب العزت کی خاص رحمت کا ذریعہ ہے۔

بعض روایات سے ثابت ہے کہ جب کوئی امتی دور سے درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ درود اس امتی کے نام کے ساتھ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ (نسائی شریف)

اور اگر کوئی روضۂ اقدس پر حاضری دے کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود شریف زیادہ بھیجا کروں آپ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ پر درود شریف کیلئے مخصوص کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا میں اس وقت کا چوتھائی حصہ آپ پر درود شریف کیلئے خاص کروں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر آدھا وقت مخصوص کروں گا آپ نے ارشاد فرمایا اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا دو تہائی وقت آپ پر صلوٰۃ کیلئے مخصوص کرتا ہوں آپ نے فرمایا اور زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا پھر دعا کا سارا وقت آپ پر درود شریف کیلئے مخصوص کرتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ پوری فرمائیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

ہمیں چاہئے کہ ہم سب کثرت سے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیج کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔

◆ ◆ ◆

نفلی صدقات
کی
فضیلت اور اہمیت

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. الآيه (مشکوٰۃ ص ۱۶۹، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى
الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ . الاٰية (البقره ع ۲۲)

ترجمہ: ''اصل نیکی اور بھلائی (کا معیار) یہ نہیں ہے کہ (عبادت میں) تم مشرق کی طرف اپنا رخ کرو، یا مغرب کی طرف، بلکہ اصل نیکی کی راہ بس ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتاب اور اس کے نبیوں پر اور جنہوں نے مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کیا قرابت داروں پر اور یتیموں مسکینوں پر اور مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے میں اور اچھی طرح قائم کی نماز اور ادا کی زکوۃ۔''

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی غریب اور محتاج مخلوق کی خبر گیری مالداروں پر باقی رہتی ہے کوئی پڑوسی بھوکا ہے کوئی رشتہ دار تنگ دست ہے، کوئی مسافر یا کوئی مصیبت زدہ ہے، زکوۃ ادا کرنے کے بعد بھی مالدار پر ان غریبوں، بیکسوں کی امداد واجب ہے جیسا کہ اس مبارک آیت میں انہیں نادار لوگوں کی مالی مدد کا ذکر نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے علاوہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر کسی آدمی کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے دست و بازو سے محنت کرے اور کمائے پھر اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کسی پریشان حال محتاج کا کوئی کام کر کے اس کی مدد ہی کر دے (یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے) عرض کیا گیا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا تو اپنی زبان ہی سے لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے لئے کہے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ (کم از کم) شر سے اپنے کو روکے (یعنی اس کا اہتمام کرے کہ اس سے کسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچے) یہ بھی اس کے لئے ایک طرح کا صدقہ ہے۔

(مشکوۃ، ص ۱۶۷، ایچ ایم سعید)

اس حدیث سے امت کو عجیب پیغام دیا گیا کہ ہر مسلمان مرد و عورت امیر ہو یا غریب، قوی ہو یا ضعیف، اس کیلئے لازم ہے کہ جس طرح اور جس قسم کی بھی مدد اللہ تعالیٰ کی ضرورتمند مخلوق کی کر سکتا ہے تو ضرور کرے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے فرزند! تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔ (بخاری و مسلم)

اصل میں دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جب انسان ضرورت مندوں پر اللہ کیلئے خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خزانہ غیب سے عطا فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے جو اللہ کی راہ میں بے حساب دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کو بے حساب دیتا ہے اور جو گن گن کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح حساب سے دیتا ہے۔ اس لئے اللہ کے خاص بندے اپنی گذر اوقات سے زائد مال و دولت اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور دین کے راستہ پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔

جو راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے وہی باقی اور کام آنے والا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بکری ذبح کی

گئی (اور اس کا گوشت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور) آپ نے دریافت فرمایا کہ بکری میں سے کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ صرف ایک دست اس کی باقی رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس دست کے علاوہ جو للہ تقسیم کر دیا گیا دراصل وہی سب باقی ہے اور کام آنے والا ہے۔ (یعنی آخرت میں انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا) (جامع ترمذی)

یعنی جو اللہ کیلئے دیا گیا ہے وہ باقی ہے اور جو اپنے استعمال میں آیا وہ ختم ہو گیا یہی وجہ تھی کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دے دیتے تھے لیکن ثواب حاصل کرنے کیلئے پھر ازواج مطہرات غریبوں مسکینوں، بیواؤں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اگلی روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہو گی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس کو راہ خدا میں خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے سوائے اس کے کہ میں قرض ادا کرنے کے لئے اس میں سے کچھ بچا لوں۔ (صحیح بخاری)

اس سے اندازہ لگائیں کہ راہ خدا میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خرچ کرنا کتنا پسند تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے راستہ میں دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

◆ ◆ ◆

والدین کے حقوق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ. (رواہ البخاری و مسلم) (مشکوٰۃ: ص ۴۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہاری ماں کا اس کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا تمہارے باپ کا۔ اس کے بعد جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔

پروردگار عالم نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۳ میں ذکر فرمایا۔ نیز اپنے شکر کے ساتھ ماں باپ کے شکر کا حکم دیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق کے

بارے میں کہیں تو اس طرح ارشاد فرمایا کہ "ماں باپ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں یعنی اگر تم ماں باپ کو راضی رکھو گے تو جنت ملے گی اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے، ان کا دل دکھاؤ گے، انہیں تکلیف پہنچاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضی میں ہے۔

کہیں بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنے والے کو بدبخت اور محروم ٹھہرایا اور ایک روایت میں تو ماں باپ کی خدمت کو بعض حالات میں ہجرت اور جہاد سے مقدم فرمایا۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور ماں کی خدمت بڑے سے بڑے گناہ کی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں تب بھی وہ حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ جو لوگ قرآن وسنت کے احکام کے مطابق ماں باپ کے صحیح معنی میں حقوق ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمریں دراز کرتے ہیں، ان کے مال میں برکت دیتے ہیں پھر آگے ان کی اولاد بھی فرمانبردار ہوتی ہے اور گھر میں بھی امن وسکون ملتا ہے۔ روح بھی آسانی سے نکلتی ہے، آخرت کی ہولناکی سے بھی نجات ملتی ہے۔

ماں باپ کا نافرمان اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لئے شرک جیسے گناہ کے بعد والدین کی نافرمانی کو ذکر کیا کہ یہ گناہ ہلاک کردینے والا ہے۔ لہٰذا ماں باپ کی فرمانبرداری کو ہر بچہ بچی اپنا شعار بنائے اور نافرمانی سے دور رہے۔

بنی اسرائیل کے چند لوگوں کا واقعہ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ تین آدمی سفر کررہے تھے راستہ میں بارش اور آندھی کا طوفان آیا تو انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ جب یہ غار میں گئے تو اوپر سے ایک بہت بڑا پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہوگیا۔ اب وہ کسی طرح باہر نہیں نکل سکتے تھے، سب نے سوچا کہ اب موت آئی اور

اب آئی۔ ایک نے کہا کہ اگر تم نے اپنی زندگی میں کوئی اچھا کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اسے پیش کرکے دعا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو ہٹادے۔

تو ایک نے کہا اے پروردگار! تو ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے تو جانتا ہے کہ میں بکریاں چراتا تھا اور شام کو جب بکریاں لاتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بیوی بچوں کو دیتا۔ ایک دن میں دور نکل گیا رات کو دیر سے گھر آیا تو ماں باپ سوچکے تھے۔ دودھ نکال کر سرہانے کھڑا رہا جب تک وہ اٹھے نہیں کسی اور کو نہیں دیا۔ جب وہ بیدار ہوئے پہلے ماں باپ کو دودھ دیا بعد میں بیوی بچوں کو دیا۔

اے اللہ! تو جانتا ہے اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہے تو یہ پتھر ہٹادے تو وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ پھر دوسرے ساتھیوں نے بھی اپنے نیک اعمال پیش کرکے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر ہٹادیا اور یہ تینوں غار سے نکل کر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔

آپ نے دیکھا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور صحیح معنوں میں خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

◆ ◆ ◆ ◆

ارشاد شیخ الاسلام حافظ الحدیث
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ

دینی مدارس محمدیؐ باغ ہیں اور مسجدیں بہشتی باغ، جب تک یہ بہشتی اور محمدیؐ باغ رہیں گے تو دنیا بھی باقی رہے گی اور جس دن یہ محمدیؐ اور بہشتی باغ ختم ہوگئے تو یہ دنیا بھی ختم ہوجائے گی۔

انسانی شرافت وکرامت

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ اَمَانین لِاُمَّتِیْ "وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ" فَاِذَا مَضَیْتُ تَرَکْتُ فِیْھِمُ الْاِسْتِغْفَارَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ. (ترمذی، ص ۱۳۹، ج ۲، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں مجھ پر نازل فرمائیں (سورہ انفال میں ارشاد فرمایا گیا) وما کان اللہ لیعذبھم (الآیۃ) (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جبکہ آپ ان کے درمیان موجود ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں گے اور معافی و مغفرت مانگتے ہوں گے) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر

جب میں گذر جاؤں گا قیامت تک کے لئے تمہارے درمیان استغفار کو (بطور امان) چھوڑ جاؤں گا۔ (جامع ترمذی)

تشریح:

سورۂ انفال کی مذکورہ آیت جس کا اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوالہ دیا ہے اس کا مدعا اور مقتضا یہ ہے کہ ایک تو خود آپ کی ذات اور آپ کا وجود امت کے لئے عذاب سے امان ہے، جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر عذاب عام نازل نہیں کیا جائے گا اور دوسری چیز جو ان کے لئے وسیلہ امان ہے وہ خود ان کا استغفار ہے۔ جب تک یہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت مانگتے رہیں گے اور استغفار کرتے رہیں گے عذاب عام سے ہلاک نہیں کئے جائیں گے۔ گویا ایک امان خود آپ کا وجود تھا جس سے آپ ہی کے ذریعہ ملا ہے اور وہ قیامت تک باقی رہے گا اور امت انتہائی بداعمالیوں کے باوجود عذاب عام سے آج تک محفوظ ہے، یہ استغفار کرنے والے بندوں کے استغفار ہی کی برکت ہے۔

شیخ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارج السالکین" میں توبہ و استغفار ہی کے بیان میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس خوشنودی کی وضاحت میں ایک عجیب و غریب مضمون لکھا ہے جس کو پڑھ کر ایمانی روح وجد میں آ جاتی ہے۔ ذیل میں اس کا صرف حاصل و خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی ساری کائنات میں انسان کو خاص شرف بخشا ہے، دنیا کی ساری چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور اس کو اپنی معرفت اور اطاعت و عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ ساری مخلوقات کو اس کے لئے مسخر کیا اور اپنے فرشتوں تک کو اس کا خادم اور محافظ بنایا۔ پھر اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ پھر ان ہی میں

سے کسی کو اپنا خلیل بنایا اور کسی کو شرف ہم کلامی بخشا اور بہت بڑی تعداد کو اپنی ولایت اور قرب خصوصی کی دولت سے نوازا اور انسانوں ہی کے لئے دراصل جنت و دوزخ کو بنایا۔“

الغرض دنیا و آخرت میں اور عالم اخلاق و امر میں جو کچھ ہے اور ہوگا اس سب کا اصل مرکز و محور بنی نوع انسان ہی ہے، اسی نے امانت کا بوجھ اٹھایا، اسی کے لئے شریعت کا نزول ہوا اور ثواب و عذاب دراصل اسی کے لئے ہے۔ پس اس پورے کارخانۂ عالم میں انسان ہی اصل مقصود ہے۔ اللہ نے اس کو اپنے خاص دست قدرت سے بنایا، اس میں اپنی روح ڈالی، اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا اور ابلیس اس کو سجدہ نہ کرنے ہی کے جرم میں مردود بارگاہ ہوا اور اللہ نے اس کو اپنا دشمن قرار دیا۔ یہ سب اس لئے کہ اس خالق نے انسان ہی میں اس کی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایک زمینی اور مادی مخلوق ہونے کے باوجود اپنے خالق و پروردگار کی (جو وراء الوراء اور غائب الغیب ہے) اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرے، ممکن حد تک اس کے اسرار اور اس کی حکمتوں سے آشنا ہو، اس سے محبت اور اس کی اطاعت کرے، اس کے لئے اپنے نفسانی مرغوبات اور اپنی ہر چیز کو قربان کرے اور اس دنیا میں اس کی خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کرے، اور پھر اس کی خاص الخاص عنایتوں اور بے حساب بخششوں کا مستحق ہو کر اس کی رحمت و رافت، اس کے پیار و محبت اور اس کے بے انتہا لطف و کرم کا مورد بنے اور چونکہ رب کریم اپنی ذات سے رحیم ہے اور لطف و کرم اس کی ذاتی صفت ہے (جس طرح بلاتشبیہ مامتا ماں کی ذاتی صفت ہے) اس لئے اپنے وفادار اور نیک کردار بندوں کو انعامات و احسانات سے نوازنا اور اپنے عطیات سے ان کی جھولیوں کو بھر دینا اس کے لئے بلاتشبیہ اسی طرح بے انتہا خوشی کا باعث ہوتا ہے جس طرح بچے کو دودھ پلانا اور نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنانا مامتا والی ماں کے لئے انتہائی

خوشی کا باعث ہوتا ہے اب اگر بندے نے بدبختی سے اپنے اسی خالق و پروردگار کی وفاداری اور فرمانبرداری کا راستہ چھوڑ کر بغاوت و نافرمانی کا طریقہ اختیار کرلیا اور اس کے دشمن اور باغی شیطان کے لشکر اور اس کے متبعین میں شامل ہوگیا اور رب کریم کی ذاتی صفت رحمت و رافت اور لطف و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بجائے وہ اس کے قہر و غضب کو بھڑکانے لگا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں (بلاتشبیہ) اس غصہ اور ناراضی کی سی کیفیت پیدا ہوگی جو نالائق اور ناخلف بیٹے کی نافرمانی اور بدکرداری دیکھ کر مامتا والی ماں کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اس بندے کو کبھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ محسوس کرے کہ میں نے اپنے مالک و پروردگار کو ناراض کر کے اپنے کو اور اپنے مستقبل کو برباد کرلیا اور اس کے دامن رحم و کرم کے سوا میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر وہ اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہو اور مغفرت و رحمت کا سائل بن کر اس کی بارگاہِ کرم کی طرف رجوع کرے، سچے دل سے توبہ کرے، روئے اور گڑگڑائے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے وفاداری اور فرمانبرداری کا عہد و ارادہ کرلے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے اس کریم رب کو جس کی ذاتی صفت رحمت و رافت اور جس کا پیار ماں کے پیار سے بھی ہزاروں گنا زیادہ ہے اور جو بندوں پر نعمتوں کی بارش برسا کے اتنا خوش ہوتا ہے جتنا نعمتوں کو پا کر محتاج بندے خوش نہیں ہوتے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ ایسے کریم پروردگار کو اپنے اس بندے کی اس توبہ و انابت سے کتنی خوشی ہوگی۔

شیخ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس سے بہت زیادہ وضاحت اور بسط کے ساتھ یہ مضمون لکھنے کے بعد آخر میں کسی عارف کا ایک واقعہ لکھا ہے جو شیطان یا نفس امارہ کے اغوا سے غلط راستے پر پڑ گئے تھے اور سرکشی و نافرمانی کے جراثیم ان کی روح میں پیدا ہونے لگے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

وہ عارف ایک گلی سے گذر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا اور ایک بچہ روتا چلاتا ہوا اس میں سے نکلا، اس کی ماں اس کو گھر سے دھکے دے دے کر نکال رہی تھی۔ جب وہ دروازہ سے باہر ہو گیا تو ماں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، بچہ اسی طرح روتا چلاتا بڑبڑاتا کچھ دور تک گیا، پھر ایک جگہ پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر کے سوا کہاں جا سکتا ہوں اور کون مجھے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ یہ سوچ کر ٹوٹے دل کے ساتھ اپنے گھر کی طرف لوٹ پڑا، دروازہ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے تو وہ بے چارا وہیں چوکھٹ پر سر رکھ کر پڑ گیا اور اسی حالت میں سو گیا۔ ماں آئی، اس نے دروازہ کھولا اور اپنے بچے کو اس طرح چوکھٹ پر سر رکھ کر پڑا دیکھ کر اس کا دل بھر آیا اور ماں کا جذبہ ابھر آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کو پیار کرتے ہوئے کہنے لگی بیٹے تو نے دیکھا، تیرے لئے میرے سوا کون ہے، تو نے نالائقی نادانی اور نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے اور میرا دل دکھا کے مجھے وہ غصہ دلایا جو تیرے لئے میری فطرت نہیں ہے، میری فطرت اور ماں کا تقاضا یہی ہے کہ میں تجھ کو پیار کروں اور تجھے راحت و آرام پہنچانے کی کوشش کروں، تیرے لئے ہر خیر اور بھلائی چاہوں، میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی لئے ہے۔

اس عارف نے یہ سارا ماجرا دیکھا اور اس میں ان کے لئے جو سبق تھا وہ لیا اور دوبارہ سرکشی و نافرمانی کی راہ چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع ہوا۔

* * *

حلاوت ایمان

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ یَکْرَهُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ. (متفق علیه) (مشکوة ج ۱، ص ۱۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت پائی۔ (۱) اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ اس کو محبوب ہوں (۲) اور جس آدمی سے محبت کرے صرف اللہ ہی کے واسطے محبت کرے (۳) اور کفر کی طرف لوٹنے (اور اس میں مبتلا ہونے) سے ایسا گھبرائے جیسا آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے۔

جس حلاوت کا یہاں ذکر ہے اہل اللہ کے نزدیک یہ حلاوت حسی ہے اور اہل اللہ نے جو مطلب بیان کیا ہے اس کی تائید حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کے احوال سے ہوتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان کو کفر پر مجبور کرنے کے لئے گرم پتھر پر لٹا کر سخت سے سخت تکلیف دی گئی تو وہ احد احد ہی کہتے رہے کیونکہ عذاب کی تلخی ایمان کی

حلاوت کے آگے ماند پڑ گئی تھی (وہ حلاوت ایمان کی چاشنی میں ایسے مست تھے کہ عذاب کی تلخی محسوس نہ ہوئی) اسی طرح ان کے انتقال کے وقت گھر والے تو واکرباہ (ہائے مصیبت) پکار رہے تھے اور وہ واطرباہ (ہائے خوشی) کہہ رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے (آج میں (اپنے) دوستوں سے ملوں گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملاقات کروں گا تو دیکھو موت کی تلخی حلاوت لقاء سے جو کہ حقیقت میں ایمان کی حلاوت تھی مل گئی (اور فنا ہوگئی) تھی اس لئے وہ موت کے وقت خوش تھے اور دوسرے رو رہے تھے۔

دوسرے ایک اور صحابی کا واقعہ (حدیث میں آتا) ہے کہ رات کو چور نے ان کا گھوڑا کھول لیا اس وقت وہ نماز میں تھے اور چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا مگر نماز کو نہیں توڑا، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں جس (مزہ) میں تھا وہ اس سے زیادہ قیمتی تھا اور وہ (مزہ) کیا تھا؟ حلاوت ہی تو تھی جو اس وقت ان کو (نماز) میں محسوس ہو رہی تھی۔ تیسرے دو صحابیوں کا واقعہ ہے (جو صحیح حدیث میں وارد ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک غزوہ میں (ایک گھاٹی پر) لشکر اسلام کی حراست (اور پہرہ) کے لئے متعین فرمایا تھا تو ان میں سے ایک تو (اپنے ساتھی کی اجازت سے) سو گئے اور دوسرے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ یہ نماز ہی میں تھے کہ دشمن کی طرف سے جاسوس آیا اور اس نے کمان میں تیر رکھ کر ان کو مارا جو (ٹھیک نشانہ پر لگا) اور صحابی کے بدن میں پیوست ہوگیا۔ صحابی نے (تیر کو نکال کر پھینک دیا مگر نماز کو قطع نہیں کیا بدستور اسی میں مشغول رہے۔ جاسوس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی ان کے جسم میں پیوست ہوگیا مگر نماز کو نہ توڑا۔ اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی ان کے جسم میں لگا تو اس وقت (نماز ختم کی اور اب) انہوں نے اپنے ساتھی کو جگا کر فرمایا اگر مجھے مسلمانوں پر خطرے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نماز کو (ابھی) ختم نہ کرتا بلکہ اور طول دیتا اس کا سبب بھی اس کے سوا اور کیا تھا کہ ان کو نماز میں بہت زیادہ حلاوت محسوس ہو رہی تھی جس نے تیروں کی (سوزش اور) کلفت کو زائل کر دیا تھا۔

اہل اللہ فرماتے ہیں کہ سلاطین دنیا کو اس دولت کا پتہ لگ جائے جو ہمارے پاس ہے تو وہ تلواریں لے کر ہم پر چڑھ کر آئیں اور اس کو چھیننے کی کوشش کریں۔ ان کو ذکر اللہ اور معرفت الٰہی میں ایسی حلاوت محسوس ہوتی ہے کہ دنیا کی کسی چیز میں وہ حلاوت نہیں ملتی۔ ذکر اللہ اور اطاعت ان کی طبیعت ثانیہ اور غذا بن جاتی ہے۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامت الحب فی اللہ اور نفرت عن الکفر ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جو تین باتیں بیان فرمائی ہیں وہ سب (درحقیقت) پہلی ہی بات کی طرف راجع ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول سب زیادہ محبوب ہوں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو وہ باتیں لازم ہیں جو بعد میں ذکر کی گئی ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد جو دو باتیں بیان فرمائی ہیں ان کے ذکر سے فائدہ اور مقصود یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ کرے اس کو ان دو موقعوں پر اپنے نفس کا امتحان کرنا چاہیے، اگر کسی سے محبت ہو تو دیکھے کہ اس سے کیوں محبت ہے؟ اور (یہ سوچے کہ) اگر اس کو کفر پر مجبور کیا گیا (نعوذ باللہ منہ) تو اس وقت اس کے نفس کی کیا حالت ہوگی؟ کیونکہ بعض دفعہ نفس میں اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو علامتیں بیان فرما دی ہیں جو دعویٰ اور حقیقت میں فرق کو ظاہر کرتی ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرے اور ان دو علامتوں میں سچا نہ نکلے تو اس کی محبت نرا دعویٰ ہے (جس میں) حقیقت نہیں ہے۔

حلاوت ایمان کمال ایمان ہے:

حلاوت ایمان حقیقت میں کمال ایمان ہے اور کمال ایمان کی علامت وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے (یعنی کسی سے اللہ واسطے محبت کرنا اور کفر سے اتنا گھبرانا جیسا آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے) اور پھل میں شیرینی اسی وقت آتی ہے جب وہ پختہ ہو جائے۔ پس ایمان کا پھل عمل ہے اور عمل کی پختگی اتباع سنت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کا عمل قبول نہیں فرماتے جب تک پختہ نہ ہو۔

* * *

اہل اسلام کی محبت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا تَدْخُلُون الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا۔ (مسلم، ص ۵۴، ج ۱، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب تک ایمان نہیں تب تک جنت میں داخلہ نہ ہوگا اور جب تک آپس کی محبت نہیں تب تک ایمان نہیں۔“

دوسری روایت ہے کہ آپس کی محبت، آپس کے پیار اور آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جو چند اعضاء سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے تب سارے جسم کے اعضاء بے خوابی و بے تابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

اسلام دین محبت ہے:

پروردگارِ عالم کمال رحمت والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ارحموا من فی الارض یرحکم من فی السماء

”تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا“

خواجہ حالی کہتے ہیں:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اللہ رب العزت رؤف ہیں، گہرا پیار کرنے والے، دلنواز بندہ پرور وہ درگزر و عفو کرنے والے ہیں، معاف کر دینے کو پسند فرماتے ہیں۔ وہ ”الودود“ (بہت اعلیٰ قسم کی محبت کرنے والے) ہیں۔ یہ محبت ایسی چیز ہے کہ جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ بھی اپنے بندے سے محبت کرتا ہے۔ یہ بھی فرما دیا کہ اللہ کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔

ﷲ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ﷲ عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ﷲ تقویٰ اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ﷲ رجوع الی اللہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ﷲ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ﷲ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام دینِ محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف میرے لئے آپس میں محبت کرتے تھے آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ (سبحان اللہ) جسے اللہ تعالیٰ کا سایہ مل جائے تو اور کیا چاہئے؟ آج مسلمانوں میں باہمی نفرت زیادہ ہو رہی ہے اور محبت کم حالانکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اسے رسوا کرے، نہ جھٹلائے، نہ ظلم کرے، اگر اپنے بھائی میں کوئی تکلیف دہ بات دیکھو تو اسے دور کر دو۔“

نیز ارشاد فرمایا صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے:

(۱) جو کوئی شخص کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت

کے دن کی تکلیف دور کرے گا۔

(۲) جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے معاملات آسان فرمائے گا۔

(۳) جس نے کسی مسلم کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید لیکن ان کا درجہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے نبی اور شہید ان کو چاہت کی نظروں سے دیکھیں گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ محبت کرنے والے ہیں جن کی باہمی محبت اللہ ہی کے لئے ہے۔ قرابت یا مال و زر کی وجہ سے نہیں۔

ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے مگر ان کو کوئی غم نہ ہوگا۔ مسلمانوں سے محبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود رب العالمین اس شخص سے محبت فرماتے ہیں۔ جیسے حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی ہے:

(۱) جو آپس میں میری رضا کے لئے محبت کرتے ہیں۔

(۲) میری رضا کے لئے آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔

(۳) میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

(۴) میری رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانانِ عالم کو ان مبارک احادیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سب سے افضل عمل نماز

عَنْ عبداللّٰہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَاَلْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا. (مشکوٰۃ، ص ۵۸، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کونسا عمل افضل ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا ''اپنے وقت میں نماز پڑھنا''

اللہ رب العزت نے قران مجید میں بھی ارشاد فرمایا: ''نماز قائم رکھو''

نیز فرمایا: نماز ایمانداروں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا فرض ہے

صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسلمان اور کافر کے درمیان فرق صرف نماز کا ہے''

نماز اخلاص کے ساتھ ہی پڑھی جائے۔ نماز خشوع اور خضوع کے ساتھ پڑھی

جائے۔ نماز میں دل کو بھی اللہ کی طرف متوجہ کرے۔ نماز کو اچھے طریقہ پر ادا کرے۔ آداب سنن واجبات وغیرہ کا پورا خیال رکھے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نماز میں تمام عبادات شامل ہیں۔ نماز کے اندر روزہ بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ پابندی ہے نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، نہ آنکھ سے ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے، نہ چل پھر سکتا ہے، نماز میں حج کے معانی بھی شامل ہیں۔ حج میں احرام ہے تو نماز میں تکبیر تحریمہ ہے۔ حج میں طواف قبلہ ہے تو نماز میں استقبال قبلہ، حج میں وقوف عرفہ ہے تو نماز میں قیام ہے۔ حج میں صفا و مروہ کے چکر ہیں تو نماز میں رکوع و سجود اور رکعتوں میں آنا جانا ہے۔ نماز میں فرشتوں کی عبادات بھی شامل ہیں۔ کچھ فرشتے قیام میں ہیں، کچھ رکوع میں اور کچھ سجدے میں، نماز میں رکوع بھی ہے، سجدہ بھی، قیام بھی، اسی طرح جمادات کی عبادت بیٹھنا ہے، حشرات کی عبادت سجود ہے درختوں کی عبادت قیام ہے، جانوروں کی رکوع ہے۔ نماز ان سب کا مجموعہ ہے۔ اس لئے فرمایا:

الصلوٰۃ معراج المؤمنین

نماز مومن کی جسمانی اور روحانی معراج ہے

نماز میں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت عاقل و بالغ پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

> ''جو مسلمان مرد و عورت فرض نماز کے وقت اچھی طرح وضو کر کے خشوع و خضوع اور اچھے رکوع و سجود سے نماز ادا کرے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب تک کبیرہ گناہ سے بچتا رہے تمام عمر ہی ثواب ملتا رہتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز قائم کی گویا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی گویا اس نے دین کو گرا دیا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اپنے پروردگار کے دربار میں اپنی جبین نیاز جھکا دیتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی طریقہ رہا جب بھی کوئی پریشانی آتی یا دشمن کے حملے کا خطرہ ہوتا تو فوراً نماز کی طرف دوڑتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> اگر تمہارے دروازے پر ایک صاف پانی کی نہر ہو اور کوئی اس نہر میں پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہ سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا

> ''کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا''۔

فرمایا:

> ''یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔''

اللہ ہم سب کو پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

روزہ کی فرضیت اور فضائل

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ الخ. (مشکوٰۃ، ص ۱۷۳، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان شریف کا روزہ رکھا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اسی طرح تراویح میں قرآن پاک سنتا ہے یا لیلۃ القدر میں ثواب کی خاطر کھڑا ہوتا ہے تب بھی اللہ رب العزت اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں فرض کئے گئے۔ روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے تیسرا اہم رکن ہے۔ روزہ کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق ہے۔ روزہ شریعت میں صبح صادق (فجر) سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہش سے روزہ کی نیت سے رکے رہنے کا نام ہے۔

روزہ کی اہمیت:

کوئی اچھا عمل اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار عالم کی رحمت کا حق دار ہو جائے۔ اس لحاظ سے روزہ کا عمل نہایت ہی اچھا ہے۔ روزہ کی وجہ سے ذہنی و قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خواہشات نفس دب جاتے ہیں، دل کا زنگ دور ہوتا ہے، بے ہودہ باتوں سے انسان بچ جاتا ہے، مساکین و غرباء سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے، ان باتوں سے روزہ دار کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہو جاتا ہے۔

روزے کے فضائل:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں وعظ فرمایا کہ

> ”لوگو! عنقریب ایک بہت بڑا مہینہ آنے والا ہے جو بڑا بابرکت ہے، اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے (لیلۃ القدر) جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس مہینہ میں نفلی عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے فرض کے برابر ثواب دیں گے۔ جو فرضی عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ستر فرضوں کے برابر ثواب دیں گے، وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے (کہ اس میں مسکینوں، بیواؤں، یتیموں کی خبر گیری کرنی چاہئے) اور اس مہینہ میں سب کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو کسی روزہ دار کو افطار کرا دے گا حلال رزق سے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیں گے اور اس کی گردن جہنم سے آزاد کر دیں گے۔

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب ایسے نہیں جو کسی کو افطار کرائیں ہم تو خود غریب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو کسی روزہ دار کو [illegible] گھونٹ پانی یا دودھ سے یا کھجور سے بھی افطار کرائے گا [illegible] تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض کوثر سے اتنا پلائیں گے کہ پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے اور ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی مغفرت کا اور آخری جہنم سے آزادی کا ہے اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام یا، خادم اور نوکر کا بوجھ ہلکا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اسے آگ سے نجات دے گا۔“

نیز ایک روایت میں ہے ”جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔“

ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک جب وہ افطار کرتا ہے دوسری جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔“

روزہ کی حقیقت:

ایک روزہ کی ظاہری صورت ہے اور ایک اس کی حقیقت ہے حقیقت یہ ہے کہ روزہ دار کے جتنے اعضاء ہیں ان سے بھی کوئی غلط کام نہ ہو جیسے زبان سے غیبت نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، کسی کو گالی گلوچ نہ کرے، کان سے گانا بجانا نہ سنے، آنکھ سے ناجائز چیز نہ دیکھے، ہاتھ سے کسی کو مارے نہیں وغیرہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کے جاننے والے ہیں اس لئے روزہ کا اصل ثواب تب حاصل ہوگا جب روزہ ظاہری اور حقیقی طریقہ پر ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

فرضیت علم

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰے کُلِّ مُسْلِمٍ. (مشکوۃ، ص ٣٤)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

علم کی دو قسمیں ہیں: ١۔ فرضِ عین ٢۔ فرضِ کفایہ

١۔ فرض عین

وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر فرد پر لازمی ہے۔ فرائض دینِ اسلام کا اجمالی علم فرض عین ہے مثلاً کلمہ طیبہ کا زبان سے اقرار کرنا اور دل میں یقین کرنا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب کو اس نے پیدا کیا ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا ہے، وہی موت و حیات کا مالک ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ہر جگہ موجود اور ہر چیز اس کے علم میں ہے، نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا، وہ عرش معلّٰی پر متمکن ہے۔ عزت و ذلت اسی کے قبضہ

میں ہے، جسے چاہے اولاد دے اور جسے چاہے نہ دے، وہی قادر مطلق ہے اور ہر عیب سے پاک ہے اور اس بات کی شہادت دینا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول ہیں جو آپ پر ایمان لاکر اطاعت کرینگے وہ جنت کے مستحق ہونگے ورنہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

ایمان کے ساتھ اسلام کے بنیادی اصول نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کا اجمالی علم بھی فرض عین ہے۔ اسی طرح برے اعمال جن سے ایمان واسلام میں نقص آتا ہے ان کا علم بھی فرض عین ہے مثلاً بدکاری، سود خوری، شراب نوشی، کسی کا ناحق مال غصب کرنا، رشوت لینا اور دینا، جھوٹی شہادت، غیبت، ناحق مسلمان کو قتل کرنا اور جن چیزوں کا تذکرہ قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔

۲۔ فرضِ کفایہ

دوسرا علم فرضِ کفایہ ہے کہ اگر کچھ لوگ یہ علم حاصل کرلیں تو دوسروں سے ساقط ہوجاتا ہے مثلاً قرآن وحدیث میں مہارت اور ان کی ترویج واشاعت، فقہی مسائل و فتویٰ وغیرہ۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھ کام ایسے ہیں جنہیں اگر کچھ لوگ کرلیں تو باقی گنہگار نہیں ہوں گے اور اگر سب چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہوں گے۔

ا۔ جہاد
۲۔ میت کی تجہیز وتکفین
۳۔ نماز جنازہ
۴۔ فتویٰ دینا
۵۔ خطبہ جمعہ سننا
۶۔ نماز باجماعت

علم اور اہل علم کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو لوگ خدا کے کسی گھر میں جمع ہوکر قرآن کی تعلیم و مذاکرے میں مشغول

ہوتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کا احاطہ کرلیتی ہے۔ سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور خود خدا اپنے مقرب ملائکہ میں ان کا تذکرہ کرتا ہے جو کوئی علم کی تلاش کی راہ پر چلتا ہے خدا اس کے لئے جنت کی راہ آسان کردیتا ہے، جس کسی کو عمل نے پیچھے کردیا ہے، نسب اسے آگے نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس علم وہدایت کے ساتھ خدا نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے جو برسی، ایک زمین پانی سے سیراب ہوئی اور اس میں بہت سا ہرا بھرا سبزہ اگا۔ دوسری زمین بھی سیراب ہوئی اور اس نے پانی جمع کرلیا جس سے خدا نے آدمیوں کا بھلا کیا۔ انہوں نے پیا، اس سے کھیتی کی، آب پاشی کی، لیکن ایک زمین ایسی بھی نکلی جس نے نہ سبزہ پیدا کیا نہ پانی روکا۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے دین الٰہی میں مہارت حاصل کی اور میری لائی ہوئی ہدایت سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے خود علم حاصل کیا اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے میری ہدایت قبول کی نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس امت کے عالم دو قسم کے ہیں، ایک وہ جسے خدا نے علم بخشا اور اس نے بے دریغ لوگوں کو سکھایا۔ اس پر نہ سونا چاندی لیا نہ کوئی اور بدلہ چاہا۔ ایسے عالموں کے لئے آسمان کے پرند، زمین کے چرند، پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین بھی دعا کرتے ہیں اور دوسرا وہ ہے جسے خدا نے دولتِ علم عطا فرمائی مگر اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا اس پر سونا چاندی لیا، اور دنیاوی نفع کا خواہش مند ہوا تو ایسا عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام چڑھی ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس کسی نے دین الٰہی میں تفقہ حاصل

کر لیا، خدا اسے فکر رزق سے اس طرح سبکدوش کر دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔"

حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، " صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ فرمایا "جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔"

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں علیم ہوں اور ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت عبید اللہ ابن ابی جعفر رحمہ اللہ کہا کرتے تھے "علماء دنیا کے لئے روشنی کا مینار ہیں، انہی سے وہ نور پھوٹتا ہے جس سے گمراہ ہدایت پاتے ہیں۔"

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے"۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ "علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا سے اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔"

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ "حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم لیں گے یا سلطنت انہوں نے علم کو ترجیح دی، اس پر اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا اور سلطنت بھی۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کا ارشاد ہے "سینے میں علم کی مثال ایسے ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ کی۔"

☆☆☆

حج مقبول

تمام گناہوں کا کفارہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ. (مشکوۃ، ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے حج کیا اور شہوانی اور فحش بات سے بچا رہا اور اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ کی تو ایسا پاک صاف ہو کر واپس ہوگا جیسا کہ وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔"

حج بیت اللہ اسلام کا پانچواں بنیادی رکن ہے۔ محبت کے مارے اپنے محبوب کو منانے کے لئے جو جتن کرتے ہیں حج کے تمام ارکان اسی کا خلاصہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پروانوں کے بانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی ادائیں پسند آئیں کہ ان کو ارکان حج قرار دیدیا۔ حج فرمانبرداری، عجز و انکساری، جانی و مالی قربانی اور صبر و تحمل کا ایک مثالی نمونہ ہے۔

ننگے سر کفن نما لباس پہن کر (مردوں کیلئے) لبیک بلند آواز سے کہتے ہوئے بیت اللہ کی طرف روانہ ہونا اور ہر قسم کی زیب وزینت کو چھوڑ دینا اور بیت اللہ دیکھتے ہی اللہ اکبر کے نعرے لگانا، حجر اسود کو بوسے دینا، طواف کے چکر لگانا اور پھر ملتزم پر لپٹ کر رونا چلانا، مقام ابراہیم کے قریب سر بسجود ہو کر دل میں یہ عہد کرنا کہ جیسے تیرے پیارے خلیل نے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی تھی میں بھی ان کی سنت ادا کرنے آیا ہوں، پھر زمزم کا پانی پینا اور وہاں دعا کرنا، پھر صفا ومروہ کے چکر لگانا، پھر عرفات میں پوری زندگی کے گناہ بخشوانا اور اس کی مغفرت پر رات کو مزدلفہ میں شکریہ کے گیت گانا، پھر سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کرنے کیلئے جمرات کو بار بار کنکریاں مارنا اور بالآخر ظاہری صورت میں قربانی کر کے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور (ان صلاتی و نسکی) میری نماز اور قربانی، زندگی اور موت اے اللہ تیرے لئے ہیں۔ اس کا تصور کرنا یہ حج کا خلاصہ اور اسلام کا آخری جذباتی محبتی رکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان فریضہ کے چھوڑنے والے کے لئے ارشاد فرمایا کہ "جس کے پاس بیت اللہ شریف پہنچنے کے لئے سامان اور سواری ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔"

حج ہر عاقل بالغ مرد وعورت پر فرض ہے جس کے پاس آنے جانے کے لئے سامان بھی ہو سواری کا انتظام بھی ہو، راستہ میں بھی خطرہ نہ ہو (اگر عورت ہے تو اس کا محرم بھی ہو) قرآن مجید میں حج کی فرضیت بیان کی گئی ہے اور تارک حج کے لئے سخت وعید ہے۔ جیسے فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (غنی استطاعت کے باوجود کافرانہ رویہ اختیار کرے (یعنی حج نہ کرے) اب وہ جس حال پر مریں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں)

حج ایک ایسا اہم رکن ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ کو کم وبیش ایک لاکھ بیس یا تیس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حج کیا، حج کے اس سفر میں تھوڑے دنوں میں اتنا رشد وہدایت کا کام ہوا جو برسوں میں نہ ہو سکتا۔

حج کے بعد مسجد نبویؐ اور روضہ اقدس کی حاضری:

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی جس کی بنیاد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی، جہاں آپ نے آخر عمر تک نمازیں ادا کیں اور جہاں اصحاب صفہ کا مدرسہ آپ نے قائم کیا، جس مدرسہ کے ذریعہ روئے زمین میں علم وہدایت کے چشمے پھوٹے۔ مسجد حرام کے بعد اسی مسجد نبوی کی فضیلت ہے۔ صحیح روایات میں ہے کہ "اس کی ایک نماز کا اجر وثواب عام مساجد کی ہزار نمازوں سے زیادہ ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہوگا۔"

نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا میری حیات ہی میں میری زیارت کی۔"

اسی لئے ہمیشہ سے یہ امت کا تعامل ہے کہ وہ حج کے ساتھ روضۂ اقدس کی زیارت اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی سعادت ضرور حاصل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ اقدس میں زندہ ہونا جمہور امت کے مسلمات میں سے ہے، جو امتی روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں آپ ان کا سلام خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ روضہ اقدس اور مسجد نبوی کی زیارت محبت کے لازمی تقاضوں میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے۔ آمین

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العزیز الحکیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

عقیدۂ ختم نبوت

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

(مسلم ص ۳۹۲، ج ۲ — ترمذی ص ۴۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے، ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ترمذی و مسلم، ج ۲)

اسلام میں جس طرح توحید باری تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ عقیدہ قرآن مجید، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اب اگر کوئی اس عقیدے سے انکار کرے گا تو دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔

قرآن مجید خود ختم نبوت کی دلیل ہے اور اس کلام مقدس کی بہت سی آیات سے

اس کی وضاحت کی گئی۔ مثلاً سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُم وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا (الآیہ)

اور نہیں ہیں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پورے قرآن مجید میں جس نبی کا تذکرہ فرمایا اس نبی کا نام لے کر فرمایا کہ ہم نے اس نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، لیکن خاتم النبیین کے بارے فرمایا:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(اعراف. آیت ۱۵۸، پ ۹)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں

کہیں فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

(سبا. پ ۲۲)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء. پ ۱۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر

ان آیات سے ثابت ہوا کہ آپ قیامت تک آنے والوں کے لئے نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی بھی نبی و رسول نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں (یعنی اللہ کے حکم سے کفر کو مٹانے والا)، اور میں حاشر ہوں (یعنی میرے بعد قیامت آ جائے گی اور حشر برپا ہوگا)، اور میں عاقب ہوں (یعنی سب سے بعد میں آنے والا کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا) (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

۱...... مجھے جامع کلمات دے گئے (یعنی الفاظ مختصر لیکن معانی و مطالب بے انتہا)

۲...... رعب سے میری مدد کی گئی

۳...... مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا

۴...... تمام روئے زمین میرے نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی

۵...... میں تمام مخلوق کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں

۶...... مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔''

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیلمہ کذاب نے جب دعوۂ نبوت کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد کیا اور اس معرکہ میں بائیس ہزار مرتدین قتل ہوئے جبکہ چھ سو کے قریب جلیل القدر صحابہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پکار اٹھے، کاش! کہ میری ساری زندگی کی نیکیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک دن کی نیکی (جس دن انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا) کا مقابلہ کر سکتیں۔

بگوش و ہوش سن لو فیصلہ ہے ہر امتی کا
قیامت تک نہ ہم چھوڑیں گے دامن کملی والے کا

◆ ◆ ◆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک

عَنْ هِنْدِ بْنِ اَبِىْ هَالَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَخمًا مُفَخَّمًا (اَىْ عَظِيمًا فِى الصُّدُورِ وَالعيُون)	حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی بہترین و شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے مرتبہ والے تھے۔
يَتَلَالَأُ وَجْهُه، تَلَالُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور چمکدار تھا۔
اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ	آپ کا قد مبارک درمیانے قد والے سے کچھ لمبا اور زیادہ لمبے قد والے سے کچھ چھوٹا تھا۔
عَظِيْمَ الْهَامَةِ رَجِلَ الشَّعْرِ	سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک کسی قدر پیچ دار (بل کھائے ہوئے) تھے۔
اِنْ تَفَرَّقَتْ عَقِيْقَتُه، فَرَقَ وَاِلَّا فَلَا	سر کے بالوں میں اگر اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ خود (فوراً مانگ) نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے

يُجَاوِزُ شَعْرُه، شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَه،	جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کانوں کی لووں سے بھی بڑھ جاتے تھے
اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرْنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يَعدرُهُ الْغَضَبُ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو باریک، خمدار گنجان تھے۔ دونوں ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے بلکہ جدا جدا تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی تھی
اَقْنَى الْعِرْنَيْنِ وَيَرٰى لَه، نُوْرٌ يَعْلُوْهُ، يَحْسَبُه، مَنْ يَتَأَمَّلْه، اَشَمَّ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک بلندی مائل تھی، اس پر ایک چمک و نور تھا، سرسری نظر سے دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا۔ لیکن غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں تھی۔
كَثُّ اللِّحْيَةِ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعَ الْفَمْ ثنبت مُفْلَجَ الْاَسْنَانِ	داڑھی مبارک بھرپور گنجان بالوں کی تھی۔ رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے، گوشت لٹکا ہوا نہ تھا، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (تنگ نہ تھا) دندان مبارک باریک چمکدار ذرا کشادہ تھے۔
دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ كَاَنَّ عُنُقَه، جِيْدُ دُمْيَةٍ فِىْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ	سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت و باریک تھی جیسے مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ رنگ میں چاندی جیسی صفائی تھی۔ آپ کے سب اعضاء نہایت ہی معتدل و پُر گوشت تھے۔

بَادِنٌ مُتَمَاسِکٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ عَرِیْضُ الصَّدْرِ بُعَیْدَ مَابَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ ضَخْمُ الْکَرَادِیْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ

جسم مبارک مضبوط و چست تھا، پیٹ و سینہ مبارک ہموار تھا۔ لیکن سینہ فراخ و چوڑا تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط و بڑی تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن و چمکدار نظر آتا تھا (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا وہ روشن و چمکدار تھا چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو)

مَوْصُوْلُ مَابَیْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ یَجْرِیْ کَالْخَطِّ عَارِیَ الثَّدْیَیْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَایْ ذٰلِکَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَیْنِ وَالْمَنْکِبَیْنِ وَاَعَالِی الصَّدْرِ طَوِیْلُ الزَّنْدَیْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ

ناف اور سینہ کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا۔ البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینے کے بالائی حصے پر بال تھے۔ آپ کی کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ نیز آپ کے دونوں قدم مبارک اور ہتھیلیاں پُرگوشت تھیں۔

سَائِلُ الْاَطْرَافِ خَمْصَانُ الْاَخْمَصَیْنِ مَسِیْحُ الْقَدَمَیْنِ یَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ

ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے اور قدم ایسے ہموار تھے کہ ان کی صاف ستھرائی اور ملاست کی وجہ سے ان پر پانی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر چلتے۔

وَیَمْشِیْ هَوْنًا ذَرِیْعَ الْمِشْیَةِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار تھے مگر زمین پر قدم آہستہ آہستہ رکھتے تھے۔

اِذَا مَشٰی کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ اِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِیْعًا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے تھے

خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَی الْاَرْضِ اَکْثَرُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ یَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ وَیَبْدُؤْ مَنْ لَقِیَهٗ بِالسَّلَامِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک بنسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ آپ کی عام عادت شریفہ گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے میں کبھی صحابہ کو بھی آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہ جاتے تھے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ہی ابتدا فرماتے تھے۔

(شمائل ترمذی، ص ۲)

اس حدیث کے راوی حضرت ہند بن ابی ہالہ التمیمی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار پروردہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) کے سابقہ خاوند کے بیٹے، حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے ماموں اور نامور صحابی رسول ہیں۔ وہ ابتدائی زمانے میں اپنی والدہ محترمہ اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے ہمراہ مشرف باسلام ہوئے۔ (الاصابہ، ۳/۶۱۔۶۱۲)

جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

◆ ◆ ◆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ ، بِالْجَعِدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ وَكَانَ جعِداً رَجِلاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ ہی بالکل چھوٹے قد کے، بلکہ میانہ قد لوگوں میں سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار اور نہ ہی بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔

وَلَمْ يَكُنْ ، بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِيْ وَجْهِه تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتِدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھاری اور نہ موٹے جسم کے تھے اور نہ ہی بالکل گول چہرے کے، البتہ چہرۂ انور میں تھوڑی سی گولائی تھی (یعنی چہرۂ مبارک نہ بالکل گول تھا، نہ بالکل لمبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) آپ کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا، آنکھیں نہایت ہی سیاہ، پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں اور مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی و پُر گوشت تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہ تھے۔ آپ کے سینے مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔

اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ فِيْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے اس طرح قدم اٹھاتے کہ گویا آپ پستی کی طرف چل رہے ہوں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت بھی تھی کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے۔

اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْراً وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی دل اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، اور سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ (غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل، زبان، طبیعت، خاندان، اوصاف ذاتی و نسبی ہر لحاظ میں سب سے افضل تھے)

مَنْ رَاٰهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلى الله عليه وسلم

جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکا یک واچانک دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہو جاتا اور جو آدمی پہچان کر آپ سے میل جول رکھتا وہ (آپ کے اوصاف جمیلہ سے متاثر ہو کر) آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ کو محبوب بنالیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے والا صرف یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا (باجمال و باکمال) نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا۔

(شمائل ترمذی، ص ۱، ایچ ایم سعید) ۱

اس حدیث پاک کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ، حضرت فاطمۃ الزہراء کے خاوند، مشہور صحابی رسول، خلیفہ چہارم اور بہت سی روایات کے راوی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ اکثر اقوال کی رو سے مردوں یا بچوں میں سب سے پہلے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ قبولِ اسلام کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸ یا ۱۰ سال تھی۔ سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رمضان المبارک ۳۶ھ میں شہادت ہوئی۔

◆ ◆ ◆

فضائل رمضان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِکَ کُلَّ لَیْلَةٍ

(مشکوۃ، ص ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کی آمد ہوتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے اے بھلائی کے طلب کرنے والے آجا، اور اے برائی کے طلب کرنے والے ...... بس کر۔ اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی ملتی ہے اور وہ یہ ندا ہر رات کرتا ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کا اصل مقصد تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ تقویٰ ڈرنے اور بچنے کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی کیفیت یوں ہو جیسے کوئی اپنے مالک، محسن، محبوب کی ناراضگی سے ڈرے کہ کہیں میں اس کی نگاہِ محبت سے نہ گر جاؤں۔

روزہ کی حقیقت تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روزے کے ذریعے مہینہ بھر ہماری مشق کراتے ہیں تاکہ ہمارے اندر اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ جب کھانے پینے کے چھوڑنے کا حکم دیں تو ہم چھوڑ دیں اور کھانے پینے کے شروع کرنے کا حکم دیں تو ہم شروع کردیں اور جب حلال سے روکیں تو رک جائیں تاکہ پھر جب حرام سے روکیں تو ہمارے لئے رکنا مشکل نہ ہو۔ اسی طرح رزق حرام سے بچنا رمضان المبارک کے روزوں کی مشق سے آسان ہوجائے گا۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید ظاہری اور باطنی آنکھیں کھول کر پڑھے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاس وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَان

ترجمہ: رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا۔ لوگوں کیلئے اس میں ہدایت ہے، کھلی نشانیاں اور حق و باطل کی تمیز ہے۔

قرآن مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس سے رمضان المبارک میں قرآن مجید کو کان کھول کر سننے اور ظاہری و باطنی آنکھیں کھول کر دیکھنے سے بے انتہا فائدہ ہوگا۔ قرآن مجید رمضان المبارک کی خصوصی غذا ہے، قرآن مجید کو

کثرت سے اور سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فرمایا اے ابوذرؓ اگر صبح اٹھ کر تم قرآن پاک کی ایک آیت (علم و فکر کے ساتھ) سیکھ لو تو یہ تمہارے لئے سو رکعت نفل نماز سے زیادہ بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

رمضان المبارک کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے پڑھنے، سننے، سمجھنے کی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ سبحان اللہ

ہزاروں مسجدوں میں، مدرسوں میں، خانقاہوں میں حتیٰ کہ بہت سے گھروں میں قرآن مجید رات کو تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور مسلمان مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، بچے جتنا قرآن مجید اس مقدس مہینہ میں پڑھتے ہیں بقیہ سال میں اتنا نہیں پڑھتے۔ مدارس میں خاص طور پر اور مساجد میں عموماً قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور تقریباً پچاس لاکھ حفاظ کرام تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں اور کروڑوں مسلمان اس کو سنتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ رمضان ”قرآن“ کا مہینہ ہے۔

رمضان المبارک اور اس میں روزہ رکھنے کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلے میں بہت سے ارشادات ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند ارشادات عالیہ ذکر کئے دیتے ہیں:

(۱) جو مسلمان مرد و عورت اخلاص سے اور ثواب کی امید کے ساتھ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۲) اللہ تعالیٰ کو رمضان المبارک میں یاد کرنے والے کیلئے مغفرت ہوتی ہے اور دعا کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

(۳) رمضان المبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور اس کی جزا جنت ہے۔ اس مہینہ میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، اگرچہ ایک گھونٹ پانی سے یا ایک کھجور سے بھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور جو پیٹ بھر کر کسی روزہ دار کو کھانا کھلائے اس کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے اور پھر جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو جو پالے اس کے بھی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۴) اس مہینہ کے ابتدائی دس دن رحمت ہیں، درمیانے مغفرت کے ہیں، آخری دس دن جہنم سے آزادی کے ہیں (مشکوٰۃ)

(۵) ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے، ماسوا روزوں کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لئے ہے اس کا ثواب میں خود دونگا (بخاری و مسلم)

(۶) اور فرمایا روزہ دار کی دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت، دوسری پروردگار کی ملاقات کے وقت (بخاری و مسلم)

(۷) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بڑھ کر ہے۔ روزہ گناہوں سے بچنے کیلئے ڈھال ہے، روزہ میں نہ بے ہودہ باتیں کرے، نہ شور و شغب۔ اگر کوئی برا بھلا کہے تو جواب میں کہے کہ میں روزہ سے ہوں (بخاری و مسلم)

(۸) قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید روزہ رکھنے والے اور قرآن سننے والے کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ (بیہقی)

(۹) رمضان المبارک کی آخری رات میں مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (رواہ احمد)

(۱۰) اس مہینہ میں چار خصلتوں کی پابندی کرنی چاہئے۔ پہلی تو یہ کہ اس بات کی گواہی

دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دوسرا اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو۔ تیسرا پروردگار عالم سے جنت کا سوال کرتے رہو۔ چوتھا جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے رہو۔

رمضان المبارک اور دعا

قرآن مجید میں پروردگار عالم نے روزوں کی فرضیت کے فوراً بعد:

وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِی (بقرہ)

ترجمہ: جب پوچھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے بندے، میرے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے میں پاس ہی ہوں، قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔

فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ مہینہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دعا مانگنا بعینہٖ عبادت ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دلیل قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْن

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ (ازراہ تکبر) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہو کر۔

دعا بعینہٖ عبادت اس لئے ہے کہ قلب کی پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلانے گڑگڑانے اور ندامت وشرمساری کے ساتھ دعا مانگنے میں عبدیت (بندگی) کا کامل ترین اظہار ہوتا ہے۔ اسی لئے کوئی عبادت بھی دعا سے خالی نہیں ہے۔

بزرگی کا اظہار، دعا

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد اس آیت شریفہ میں بیان فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

اس لئے سب سے افضل واعلیٰ وہ ہوگا جو عبدیت میں سب سے اکمل واعلیٰ ہو۔ یہی وجہ ہے جہاں اللہ رب العزت نے افضل الانبیاء، اشرف کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ترین خصائص وکمالات کا قرآن مجید میں ذکر کیا، وہاں معزز ترین لقب ''عبد'' عطا فرمایا۔

معراج کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ

پھر معراج کی آخری منزل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی

اور سب سے بڑی نعمت قرآن کریم کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ

اور سورہ کہف میں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقام عبدیت میں سب سے بلند مرتبہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دعا چونکہ عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے اس لئے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اپنے پروردگار کے سامنے دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں معرفت الٰہی کا شاہکار ہیں اور روشن معجزہ ہیں۔ اس لئے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو چاہئے کہ مقدس ماہ رمضان میں خصوصاً لیلۃ القدر کی راتوں میں تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت سے نوازے۔ آمین

◆

اخلاق وسیرت

کچھ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

كَانَ اَحْسَنُ النَّاسِ خُلُقًا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن يَرْضٰى بِرَضَاهُ وَيَغْضَبُ بِغَضَبِهٖ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا تَفَاحُشًا وَّلَا سَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ. (مشکوۃ، ص ٥١٩)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن مجید تھا۔ آپ اللہ کی رضا پر راضی اور اللہ کی ناراضگی پر ناراض ہوتے تھے (یعنی جو کچھ قرآنی احکام کا منشا ہوتا اس پر عمل بلا قصد وارادہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا) آپ نہ تو فحش گو تھے اور نہ کسی کے جواب میں ایسا کرتے تھے، اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معاف فرمانے کے عادی تھے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی (جب میں آیا اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی) اس تمام عرصے میں آپ نے کبھی مجھے "اف" یعنی کوئی سخت سست کہا اور نہ ہی کسی کام کو جو میں نے کیا، یہ کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس پر کبھی یہ کہہ کر باز پرس نہیں کی کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اسی طرح آپ نے مجھ پر کبھی بھی نکتہ چینی نہیں کی۔ نیز آپ نے جس کام کا مجھے حکم دیا ہو میں نے اگر اس پر کہیں سستی کی یا اس کو ضائع کر دیا تو آپ نے مجھے کبھی ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت نہ کی اور اگر کوئی دوسرا فرد مجھ پر غصہ ہوتا تو آپ فرماتے "چھوڑو" بھائی۔

مسند ابو یعلی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازوں کے میں جایا کرتے تھے اور لوگوں کی کثرت وقلت کی بنا پر ان کی رعایت فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو السابقون الاوّلون یعنی پہلے پہل اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام میں سے تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ کے خاوند) تھے۔ اسی مناسبت سے ان کا لقب ذوالنورین ہے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی مخالفت اور عداوت کے باوجود ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور اس "جرم" میں حبشہ کی طرف اپنی اہلیہ سمیت ہجرت کرنا پڑی۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر دوبارہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد منصب خلافت کو رونق بخشی اور تقریباً ۱۱ برس ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن حکومت کرنے کے بعد ۱۸ رذوالحجہ کو جام شہادت نوش فرمایا اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا، بوقت ملاقات جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی دنیا کا ذکر فرماتے اور اگر ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کا ذکر فرماتے اور اگر ہم لوگ کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی کھانے کی باتیں فرماتے۔

اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ابو سعید (یا ابو خارجہ) انصاری، النجاری المدنی ہیں جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے، اس وقت ان کی عمر مبارک محض ۱۱ برس تھی، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں ان کی کم عمری کے باعث انہیں شرکت کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ البتہ وہ غزوۂ احد، خندق اور اسکے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو نجار کا علم عطا کیا اور فرمایا: قرآن مقدم ہے اور زید کو (دوسروں سے) زیادہ قرآن یاد ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب (سیکریٹری) تھے اور آپ کی طرف سے لوگوں کو خطوط لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ ہائے خلافت میں بھی کاتب رہے۔ اس زمانے میں وہ ان تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم جمع کیا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ زمانہ حج میں انہیں مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنا کر جایا کرتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یہودیوں کی زبان عبرانی (Hebro) سیکھی تھی۔ انہوں نے ۵۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''آج اس امت کا علامہ انتقال کر گیا ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طیب و مطیب ہونا:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی خوشبودار چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہرگز نہیں دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی مصافحہ کرتا تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی برکت سے خوشبو آتی رہتی اور جب کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزرتے اور صحابہ میں سے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش ہوتی تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوشبو بغیر خوشبو لگائے ہوئے خود آپ کے بدن مبارک میں تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عفو و کرم:

کفار مکہ اکیس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نام لیواؤں کو ستاتے رہے، ظلم و ستم کا کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انہوں نے خدائے واحد کے پرستاروں پر نہ آزمایا ہو، حتیٰ کہ وہ گھر بار اور وطن تک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے لیکن جب مکہ فتح ہوا تو اسلام کے یہ بدترین دشمن مکمل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و کرم پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اشارہ ان سب کو خاک و خون میں ملا سکتا تھا۔ لیکن ہوا کیا......؟

یہ تمام جباران قریش خوف اور ندامت سے سر نیچے ڈالے آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟''

انہوں نے دبی زبان سے جواب دیا ''اے صادق، اے امین! ہم نے تمہیں

ہمیشہ رحم دل پایا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ میں نے تم سب کو معاف کر دیا آج تم سب آزاد ہو"

ایفائے عہد:

جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اور مسلمانوں کو ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی۔ حذیفہ بن یمان اور ابو حسیل رضی اللہ عنہما دو صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مکہ سے آرہے ہیں، راستے میں کفار نے ہم کو گرفتار کر لیا تھا اور اس شرط پر رہا کیا ہے کہ ہم لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں گے، لیکن یہ مجبوری کا عہد تھا ہم ضرور کافروں کے خلاف لڑیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "ہرگز نہیں، تم اپنے وعدہ کو پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے واپس چلے جاؤ، ہم (مسلمان) ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے، ہم کو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔"

حضرت عبداللہ بن ابی الحماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لے کر حاضر ہوتا ہوں، پھر میں بھول گیا، تین دن کے بعد مجھے یاد آیا، میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور ایفائے عہد کی شان اور بے نظیر مثال ہے۔

سخاوت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے کوئی بھی آپ کی سخاوت کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر خدمت اقدس میں پیش کی اور سخت ضرورت کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنی، اسی وقت ایک شخص نے مانگ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض لے کر ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آگیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر میں تشریف نہ لے جاتے تھے) بالخصوص رمضان المبارک کے مہینہ میں اخیر رمضان تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ماہ کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور آپ کو کلام اللہ سناتے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور نفع رسانی میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوّے ہزار درہم کہیں سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بورے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم فرما دیئے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز نہیں رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ خاص کر ماہ رمضان میں تو بہت ہی سخی ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ”اے ابوذر مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے میرے پاس ایک اشرفی بھی بچی رہے۔ سوائے اس کے جو ادائے قرض کے لئے ہو تو اے ابوذر میں اس مال کو دونوں ہاتھوں سے خدا کی مخلوق میں تقسیم کر کے اٹھوں گا۔“

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اشرفیاں تھیں، چار تو آپ نے خرچ فرما دیں اور دو اشرفیاں آپ کے پاس بچ رہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کو تمام رات نیند نہیں آئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، معمولی بات ہے صبح ان کو خیرات کر دیجئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”اے حمیرا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے) کیا خبر ہے
میں صبح تک زندہ رہوں یا نہیں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کہیں سے کوئی صدقہ وغیرہ کی رقم آتی تو جب تک آپ اس کو غریبوں اور مستحقین میں تقسیم نہ فرما دیتے گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورتمند اور محتاج کو دیکھتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے، حالانکہ اس کی آپ کو بھی ضرورت ہوتی۔

آپ کی عطا اور سخاوت مختلف صورتوں سے ہوتی تھی۔ کسی کو کوئی چیز ہبہ فرما دیتے، کسی کو اس کا حق دلوا دیتے تھے، کسی کو کوئی ہدیہ دیتے، کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے اور کبھی قرض لیتے اور اس سے زیادہ عطا فرما دیتے اور کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عطا فرما دیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گنا زیادہ اس کو انعام عطا فرما دیتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کو کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا (اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے، یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو کسی اور طریقے سے عطا فرما دیں)

بہر نوع جس طرح بھی ممکن ہوتا آپ طرح طرح کی صورتوں میں خیرات و عطیات تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی زندگی فقیرانہ طور پر بسر ہوتی تھی۔ ایک ایک دو دو مہینے گزر جاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ میں چولہا تک نہ جلتا اور بسا اوقات شدت بھوک سے اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھ لیا کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر تنگی و مجبوری اور کچھ نہ ہونے کے سبب سے نہ تھا بلکہ اس کا سبب زہد اور جود و سخا تھا اور کبھی اپنی ازواج کے لئے ایک سال کا گزارہ مہیا فرما دیتے لیکن اپنے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قناعت و توکل:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کے واسطے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں رکھتے تھے۔ جو چیز ہوتی تقسیم فرما دیتے،

اس خیال سے کہ کل پھر ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت درجہ توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا فرمائے گا، یہ صرف اپنی ذات کے لئے تھا ورنہ ازواج کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں تصرف میں لائیں، چاہیں رکھیں یا تقسیم کر دیں۔ مگر وہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک بار دو گونین درہموں کی نذرانہ کے طور پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ درہم سے زیادہ تھے، انہوں نے طباق منگوایا اور بھر بھر کے تقسیم فرما دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مجھ کو یہ بات پسند نہیں کہ میرے لئے کوہ احد سونا بن جائے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخلوقِ خدا پر شفقت فرمانا:

ایک دفعہ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے اور وہ چیں چیں کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ بچے کیسے ہیں؟ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کی آواز آرہی تھی۔ میں ان کو نکال لایا ان کی ماں نے دیکھا تو بیتاب ہو کر سر پر چکر کاٹنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ بھوک سے بلبلا رہا تھا۔ آپ نے شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا۔ اس جانور کے بارے میں تم خدا سے نہیں ڈرتے۔

ایک دفعہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے اتفاق

سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر تشریف لائے۔ آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا:

> "ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے، اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے"

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سن کر تھرا اُٹھے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس غلام کو اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تم کو چھو لیتی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض شمائل و عاداتِ طیبہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ کیا کوئی مریض ہے جس کی عیادت کروں یا کوئی جنازہ ہے کہ اس کی نماز پڑھوں، اگر ضرورت ہوتی تو تشریف لے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے اور زمین ہی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور اکثر زمین ہی پر استراحت فرماتے۔ غریب اور بے سہارا لوگوں کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور خود ان کا کام کاج کرتے، کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھتے، ہمیشہ غریبوں کے جنازے میں شریک ہوتے، کمزور، فاقہ مست اور مفلس لوگوں کے پاس خود جاتے اور ان کی اعانت فرماتے۔ غریب سے غریب آدمی کی بھی دعوت قبول فرما لیتے، غریبوں اور تنگدستوں کی مدد کرتے، ان کا بوجھ اٹھاتے، مہمانوں کی مدارات کرتے اور بھلائی کے کاموں میں تعاون فرماتے۔ اپنے ساتھیوں میں جب کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کا حاکم وغیرہ بنا کر بھیجتے تو اس کو یہی نصیحت فرماتے کہ لوگوں کو اچھی باتیں بتانا، ان کے لئے آسانیاں پیدا کرنا، دین کو اس طرح پیش کرنا کہ انہیں اس کی رغبت ہو،

انہیں احکام سے مصیبت میں نہ ڈالنا۔ جو لوگ اہل علم و فضل ہوتے اور اچھے اخلاق والے ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عزت و احترام فرماتے۔ جو لوگ عزت و مرتبہ والے ہوتے ان پر آپ احسان فرماتے۔ عزیز و اقارب کی عزت کرتے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے۔ اپنے عزیز و اقارب میں یہ نہ دیکھتے کہ کون افضل ہے اور کون نہیں جس کو زیادہ مستحق سمجھتے اس کی زیادہ مدد کرتے جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کا حکم فرماتے تو خود سب سے پہلے جہاد کے لئے تیار ہو جاتے اور جب میدان کارزار گرم ہوتا تو سب سے آگے اور دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت:

گزشتہ اوراق میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص اور ذاتی جمال و کمال کا بیان ہوا جس کا تقاضا ہے کہ ایسی ذات اقدس سے والہانہ محبت ہو لیکن اللہ کریم نے اپنے حبیب کو عطاء و احسان کی صفت بھی کمال درجہ کی عطا فرمائی اور ہمارے لئے ہمدردی، دل سوزی اور ہماری بھلائی کی حرص بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں:

لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ. (التوبۃ)

ترجمہ: (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر تشریف
لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت
گراں گزرتی ہے اور وہ تمہارے فائدے کے بہت ہی آرزومند ہیں
اور تمہاری خیر خواہی اور نفع رسائی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حق میں ظاہر ہے کہ کس قدر شفیق اور مہربان ہوں گے۔ اسی لئے "بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ" فرمایا گیا کہ مومنین کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا گیا کہ

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفوس (جانوں)
سے بھی زیادہ تعلق ہے۔

یہاں اس بارے میں چند روایات بیان کی جاتی ہیں۔

تمام رات کا آرام قربان کر دیا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آیت یہ تھی:

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (القرآن)

ترجمہ: اگر آپ ان کو (میری امت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے
بندے ہیں (آپ کو اس کا ہر طرح کا اختیار ہے) اور آپ ان کی
مغفرت فرمائیں (تو آپ کے نزدیک کچھ مشکل کام نہیں) آپ
زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں

اس میں امت کی مغفرت کی درخواست کرنا ظاہر ہے۔

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ کتنی زیادہ شفقت ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی امت پر قربان کر دیا اور ان کے لئے دعا مانگتے رہے اور

سفارش فرماتے رہے۔ کون ایسا بے حس ہوگا کہ اتنی زیادہ شفقت کا حال سن کر بھی عاشق نہ ہو جائے۔

بخشش کی منظوری پر خوشی:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی جو اس طرح قبول ہوئی کہ سب کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے، ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی "اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دے کر ظالم کو بخش دیں۔" سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا، کس سبب سے آپ ہنستے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔" آپ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرما دی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا کرنے لگا۔ سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی۔

(ف) غور کر کے دیکھو، آپ کو اس قانون کی منظوری لینے میں کس قدر فکر اور تکلیف ہوئی ہے۔ کیا اب بھی قلب میں آپ کی محبت کا جوش نہیں اٹھتا۔

ہم آپ کو راضی کر دیں گے:

اے میرے حبیب آپ کیوں روتے ہیں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں اپنی اپنی امت کے لئے مذکور ہیں اور (دعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا "اے اللہ میری امت، میری امت، حق تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرئیل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہنا یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور ان سے پوچھو کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے آپ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا، ان کو بتلایا یعنی اپنی امت کی فکر۔ حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا محمد کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے اور رنج نہ دیں گے۔

آپ کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر......:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ: آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر آپ کی امت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے۔ (درمنثور) اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے آپ کے خوش کرنے کا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔

اے مسلمانو! یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر ان سے محبت نہ کرو گے تو کس سے کرو گے۔

◆ ◆ ◆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، آپ کی والدہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے اور ۶۸ھ کو ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی اور طائف میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آخر عمر میں آپ کی بصارت ختم ہوگئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نابینا ہوگئے تھے۔ کثرت علم کی وجہ سے حبر العلوم اور بحر العلوم کے القاب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں اَللّٰھُمَّ فقھہ فی الدّین وعلمہُ التأویل کے الفاظ سے دعا فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن کے عظیم القاب سے آپ کو نوازا گیا۔ آپ کی کل مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ ہیں۔ جن میں سے بخاری شریف میں ۲۱۵ ہیں اور مسلم شریف میں کل مرویات ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ۱۴۴ ہیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ عنہ قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ انت قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُ کَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ والْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ و مُحَمَّدٌ حَقٌّ والسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ (بخاری شریف ص ۱۵۱، ج ۱ و ص ۹۳۵ ج ۲ و مسلم شریف ص ۲۶۲، ج ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (ان کلمات سے) دعا فرماتے ”اے اللہ! تمام تر کمالات وخوبیوں کے مستحق ومالک آپ ہی ہیں آسمان وزمین اور ان میں موجود سب مخلوق کے قائم رکھنے وتھامنے والے آپ ہی ہیں۔ اور جملہ کمالات وخوبیوں کے مستحق ومالک آپ ہی ہیں کہ آسمان وزمین اور ان میں جس قدر مخلوق ہے آپ ہی کا سب نور ہے۔ اور آپ ہی سب تعریفوں اور خوبیوں کے مستحق ومالک ہیں کہ آسمان وزمین اور اس میں جس قدر مخلوقات ہیں، آپ ہی سب کے شہنشاہ ہیں اور جملہ صفات وخوبیوں کے مستحق ومالک آپ ہی ہیں آپ حق ہیں اور آپ کا وعدہ برحق ہے اور آپ سے ملنا حق ہے اور آپ کی بات حق ہے اور جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، انبیاء علیہم السلام حق ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں آپ کے سپرد ہوں اور آپ پر ہی میرا ایمان ویقین ہے اور آپ پر ہی میرا سہارا ہے۔ آپ کی طرف ہی میری توجہ ہے، مخالفین کا معاملہ بھی

آپ کے سپرد ہے اور فیصلہ بھی آپ ہی کے سپرد ہے۔ پچھلی خفیہ، علانیہ، سب خطائیں معاف کیجئے، آپ ہی سب سے پہلے اور آپ ہی سب کے بعد میں ہیں، صرف آپ ہی معبود ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری (ص ۱٦٦/ ج ۷) میں لکھا ہے کہ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین اوران میں جس قدر مخلوق ہے سب کے نظام کو ترتیب دینے والے آپ ہی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (ص ۴/ ج ۳) میں اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

(۱) آسمان زمین کو آپ ہی نے روشن بنایا ہے اور آپ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ پر چلاتے ہیں۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر عیب ونقص وکمزوری سے منزہ وپاک ہیں۔

اس دعا کا خلاصہ اللہ جل شانہٗ کی شہنشاہی ومالکیت کا اعتراف اور جملہ مہمات وامور میں اس کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض حضرات اس دعا کو جو نیند سے بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے "دِرْهَمُ الْكِيْس" کہتے ہیں یعنی تھیلی کا درہم۔ جس طرح تھیلی کے درہم کو آدمی جب چاہتا ہے نکال کر ضرورت پوری کرلیتا ہے اسی طرح یہ دعا جو مومن کے دل ودماغ میں محفوظ ہوتی ہے، جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے اور یہ دعا اس کے منہ سے نکلتی ہے تو یہ بھی بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل کرلیتی ہے۔

فیض الباری ص (۴۰۹/ ج ۲) میں حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے پڑھتے تھے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

روزہ اور قرآن ذریعہ شفاعت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامَ وَالْقُرْاٰنَ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الخ (مشکوۃ، ص ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندے کے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

عباداتِ اربعہ میں سے تین عبادتیں ایسی ہیں جن کا علم عابد کے علاوہ اوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کی خبر بغیر اللہ تعالیٰ کے اور بغیر روزے دار کے کسی کو نہیں ہوتی۔ چونکہ یہ عبادت بے ریا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بے ریا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا

حالانکہ باقی عبادتیں بھی اس کے لئے تھیں مگر چونکہ ان میں اظہار ہے اور روزے میں اخفاء ہے اس لئے یہ عبادت مولا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور ہوسکتا

ہے کہ باقی اعمال کی جزاء اپنے حکم سے ملائکہ کے سپرد فرمادیں اور روزے دار کو اپنی رحمتِ خاصہ سے خود عنایت فرمائیں اور بعض حضرات کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن روزے دار کی جزاء میں خود بن جاؤں گا۔

سلطان محمود سبکتگین کا واقعہ:

سلطان محمود ایک دن تختِ شاہی پر جلوہ افروز تھے اور سامنے میز پر جواہر، موتی ہیرے رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ جس وزیر کا ہاتھ جس پر پڑ جائے گا وہ ہیرا اسی کا ہو جائے گا۔ بحکم بادشاہ سب نے جلدی جلدی جواہرات اٹھا لئے لیکن سیاہ رنگ کی باندی نے جو بادشاہ پر پنکھا ہلا رہی تھی فوراً پنکھے کو زمین پر رکھ دیا اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

سلطان محمود نے مسکرا کر دریافت کیا اے سیاہ باندی! کسی کے ہاتھ زمرد آیا، کسی کے ہاتھ ہیرا آیا، کسی کے ہاتھ لعل آیا، لیکن تیرا ہاتھ خالی آیا اور خالی گیا۔ باندی نے جواب دیا، بادشاہ سلامت بخت بلند باد، کسی کے ہاتھ لعل آیا اور کسی کے ہاتھ موتی، لیکن میرے ہاتھ موتی والا آیا۔

اسی طرح دوستو! قیامت کے دن کسی کو جنت الفردوس ملے گی اور کسی کو جنت الماویٰ۔ لیکن روزے دار کے حصے میں خود خدا تعالیٰ کی ذات آئے گی۔ سچ ہے کہ

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

عبادت واطاعت سے مقصد کیا ہوتا ہے؟

عبادت واطاعت سے مقصود چار ہوتے ہیں:

(۱) تزکیہ نفس (۲) قرب خداوندی

(۳) بلندئ مرتبت (۴) اخروی نجات

تزکیۂ نفس، اس کی اہمیت اور روزۂ رمضان:

تزکیہ نفس مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اسی پر فوز و فلاح کا مدار ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا   بلاشبہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا کامیاب ہوگیا۔

لیکن تزکیہ نفس کے لئے روزہ اکسیر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے رکھو تندرست رہو۔

تندرستی سے مراد ظاہری تندرستی بھی ہے اور باطنی بھی۔ یعنی انسان اگر روزہ رکھتا ہے تو اسے انشاء اللہ تعالیٰ ظاہری تندرستی بھی نصیب ہوگی اور روحانی تندرستی بھی اور روحانی تندرستی کا نام تزکیہ نفس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہر شے کے لئے زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔“ جس طرح زکوۃ ادا کرنے سے مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے، اسی طرح انسان جب روزہ رکھتا ہے تو انسان کے گناہوں کی میل کچیل نکل جاتی ہے اور انسان گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

روزے سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے:

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

”روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اس وقت ہے جبکہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، البتہ روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”روزے دار کے روزے کا ثواب بغیر خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔“ بلاشبہ سب عبادتیں برحق ہیں لیکن روزے کا مقام اللہ جل شانہٗ کے نزدیک بہت ہی اہم ہے۔

استغفار اور اس کے ثمرات

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه قال كان يعد رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم في المجلس الواحد مائة مرة من قبل ان يقوم رب اغفرلي وتب انك أنت التواب الرحيم. (مشكوة، ص ۲۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو اٹھنے سے قبل سو مرتبہ پڑھتے

رب اغفرلي وتب انك أنت التواب الرحيم.

گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی کوئی سزا بھی نہ ہو تب بھی یہ سوچ کر اس سے بچنا ضروری ہے کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے، اگر دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہوں تو اس کو ناراض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اللہ رب العزت کے احسانات تو بندے کے ساتھ بے شمار ہیں، اس کے ناراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اور اب تو سزا کا بھی ڈر ہے، خواہ دنیا میں بھی سزا ملے یا صرف آخرت میں۔ چنانچہ دنیا میں تو سزا یہی ہے جو نظر آتی ہے کہ گناہگار شخص کی رغبت دنیا کی طرف اور آخرت سے وحشت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی ختم ہو جاتی ہے تو اس حالت میں تو گناہ کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے خواہ دل کے گناہ ہوں، خواہ

ہاتھ کے، پاؤں کے، زبان کے، خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے لیکن اگر گناہ ہو جائے تو معافی کیلئے استغفار اور سابقہ گناہ پر نادم آیندہ نہ کرنے کا عزم کر کے توبہ کرلیں تو پھر اس کے اثرات دیکھیے، اس وقت دنیا میں تقریباً روزانہ کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے یا سنا جاتا ہے، ظاہراً اس کا سبب اور بہانہ کچھ بھی ہو لیکن ہم اس کے واحد ذمہ دار ہیں، اگر مسلمان اللہ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں، ربّ چاہی زندگی بسر کریں تو عذاب ختم ہو کر برکات کا مشاہدہ کریں۔ اگر نفس چاہی زندگی گزاریں گے تو یہی حال رہے گا، برکات کے حصول کیلئے سابقہ گناہوں پر ندامت اور استغفار ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر اگر توبہ و استغفار کرلیں تو قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہوں میں زیادتی آتی ہے، وہ دھبہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ، گناہ سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں بیماری اور دوا نہ بتلادوں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، بتلا دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری بیماری گناہ اور دوا استغفار ہے۔

آج کل کے حالات میں پوری قوم کو چاہئے کہ وہ استغفار کریں، اپنے گناہوں پر گڑگڑا کر معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے گناہوں سے بچنے کی کوشش کیجیے تاکہ عذاب کے بجائے برکات اور رحمتوں کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہجرتِ مدینہ منورہ

عن انس ابن مالک قال حدثنی ابوبکر قال کنت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الغار فرایت آثار المشرکین قلت یا رسول اللّٰہ لو ان احدھم رفع قدمہ رانا قال ما ظنک باثنین اللّٰہ ثالثھما. (بخاری، ص ۶۷۲، ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت دیدی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے دو سواریاں تیار کی ہوئی تھیں، وہ پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت اللہ رب العزت کی حفاظت میں گھر سے چل کر غارِ ثور تک پہنچ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خود غار کے اندر گئے اور سب سوراخ بند کیے اور صاف کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپ تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے آئے، مشرکین قدموں کے نشانات کے ذریعے غار تک پہنچ گئے۔ ان کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی کو بھیجا، اس نے غار کے منہ پر ایک جال بُن دیا اور دو جنگلی کبوتریوں نے وہیں انڈے دیدیے اور اوپر گھومتی

رہیں۔ پھر آ کر وہیں بیٹھ گئیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو غار کے قریب کھڑے ہوتے دیکھا تو کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو ہمیں دیکھ لے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

یا ابابکر ماظنک باثنین اللّٰہ ثالثھما.

ترجمہ: اے ابوبکر ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

اسی وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت ان کے اور ان کے منصوبے کے درمیان حائل ہوگئی اور غار کا منہ مکڑی کے جالے سے بند ہونے کی وجہ سے ان کا ذہن ادھر نہ گیا اور واپس چلے گئے۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو ہدایت کی کہ وہ لوگوں کے حالات سے ہمیں باخبر رکھیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر بکریاں چرا کر شام کو دودھ پہنچایا کریں اور اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کھانا پہنچایا کریں۔ چنانچہ غار میں قیام کے عرصہ میں یہ سب اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اللہ رب العزت نے بھی قرآن مجید میں اس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا.

اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوتی۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار الخ.

اس وقت غار میں دو ہی تھے، ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق (صحابی) کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

معاشرتی بگاڑ کا علاج

عفوودرگزر

یفتح ابواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس فیغفر لکل عبد لا یشرک باللّٰہ شیئا الا رجل کانت بینه وبین اخیه شحناء فیقال انظروا ھذہ حتی یصطلحا.

(مسلم، ص۳١٧، ج٢)

ترجمہ: جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیئے جاتے ہیں، پس اس دن ہر آدمی کی مغفرت کردی جاتی ہے مگر وہ شخص جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو یا وہ شخص جس کی کسی بھائی سے کوئی رنجش ہو اور کہا جاتا کہ انہیں مہلت دو یہاں تک کہ صلح کرلیں۔

صلح باہمی صفائی پسندی کو کہا جاتا ہے، صلح پسند آدمی ہمیشہ ہردلعزیز ہوتا ہے اور ماحول میں آسانی سے لوگوں کی محبتیں سمیٹ لیتا ہے اور لوگوں کی نظریں اس پر جم جاتی ہیں اسی وجہ سے مصالحانہ جذبے کی ہمیشہ تعریف کی جاتی ہے۔

خود ربّ کریم نے کلام مقدس میں اس جذبے کی ستائش کی ہے اور فرمایا

فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا

معاشرے میں رہتے ہوئے جہاں ایک طرف جاننے والے اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں ان کی ہر بات انسان کو اچھی لگتی ہے یقیناً ارد گرد ان افراد کی جماعت بھی ہوتی ہے جن کی بعض باتیں ناگوار گزرتی ہیں ان کی بدسلوکی کے وقت غصہ کو پی جانا اور عفو و درگزر سے کام لینا اسوہ نبوی ہے چونکہ یہ حوصلہ رکھنے والا شخص ہی کرسکتا ہے۔ رب کریم نے اس طرح کرنے پر عظیم الشان خوشخبری دی۔

وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضھا السموات والارض الخ۔

غصہ کو پی جانا عفو و درگزر سے کام لینا اور غصہ کرنے والوں سے احسان اور اچھے اخلاق سے پیش آنا یقیناً یہ ایسا عمل ہے کہ پرانی سے پرانی رنجشیں ختم ہو کر دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہ رہا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابتدائی دعوت دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی سرزمین پر تھے، ہر طرف سے مخالفت اور مصائب اور لوگوں کی باتیں برداشت کرتے رہے۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ بیت اللہ پر نظر ڈالی اور فرمایا میں اللہ کا محبوب ہوں، تو خانہ خدا ہے، میری دلی خواہش ہے کہ میں اس خانہ خدا کی زیارت کرتا رہوں، اس میں داخل ہو کر عبادت کرتا ہوں لیکن مکہ کے لوگ مجھے اس طرح کرنے نہیں دے رہے، مکہ کے رہنے والوں کے مصائب آلام وتکالیف کی وجہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔

دوبارہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، غلبہ مسلمانوں کا تھا، شان و شوکت تھی، سابقہ مخالفین سے انتقام لے سکتے تھے لیکن مکہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ آپ کا سر مبارک اپنی سواری کے جسم سے جھکنے کی وجہ سے لگ رہا تھا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لاتثریب علیکم الیوم وانتم الطلقاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے، اپنے جذبات کو دبانا اور مصالحانہ رویہ اختیار کرنا، عفو و درگزر سے کام لینا، احسان اور نیکی سے پیش آنا یہ ہر اس شخص کا شعار ہے جو اسلام کا مدعی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا ہو، دوسروں کو معاف کرنا عنداللہ اس شخص کی معافی کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولیعفوا والیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم

ترجمہ: چاہئے کہ (وہ اپنے بھائیوں کو) معاف کردیں اور (ان سے) درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کرے۔

ہمیشہ انسان ایسی زندگی گزاریں کہ وہ دوسروں کیلئے نمونہ ہوں، یہ اس وقت ہوسکتا جب شریعت کی پابندی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو۔

آیئے! سنت کو سینے سے لگا کر شریعت پر عمل پیرا ہو کر اخروی زندگی سنواریں، عفو و درگزر اور مصالحانہ جذبے کو انتقامی جذبے پر غالب کر کے چین و سکون کی زندگی گزاریں اور ان بشارات کے مصداق ٹھہریں جو خالق ارض و سمائے نے اپنی آخری مقدس کتاب میں بیان فرمائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد کیلئے بشارات و خوشخبریاں دیں ان خوشخبریوں کا مصداق اور مستحق بنیں۔

◆ ◆ ◆

ماہِ صیام

احتساب عمل کی کسوٹی

عن ابی ہریرہ قال قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمان و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ . (مشکوۃ، ص ۱۷۳)

یہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اس میں موجود ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور یہ تمام انسانوں کیلئے امتحان گاہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اعضاء و جوارح سے صادر ہونے والے اعمال کی جزاوسزا کا سامنا کرنے پڑے گا اور یہاں کی لذتیں بھی عارضی ہیں اور پیش آنے والی تکالیف کو بھی دوام نہیں ہے بلکہ اس مسافر کی طرح جو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو اور مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے وہاں کے موسم کی سختی یا شادابی کا چند لمحوں سامنا کرتا ہے اور منزل پر پہنچتے ہی یہ ساری تکلیف کافور ہو جاتی ہیں اور پھر پرلطف سفر ایک یاد بن کر رہ جاتا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی کا سفر ہے کہ جیسے ہی ختم ہوگا تو ایک خواب معلوم ہوگا۔

مگر یہ خواب بن کر گزرنے والی زندگی کو خوابوں میں نہیں گزارنا کہ خیالات و خواہشات کی اتباع میں حد سے گزر جائیں بلکہ اس نظریہ کی تعبیر کر کے دکھلانا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا کہ تمہاری زندگی کا منشور کیا ہے؟ اور اس کو کس ضابطہ کے ساتھ بسر کرنا ہے؟ کیونکہ ہمارا خالق و مالک ہمیں دنیا و آخرت کی تمام کامیابیوں سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے اور وہی ہماری اصل کامیابیوں سے پوری طرح باخبر وآگاہ ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے اپنی رحمتوں کے دریا بہادیئے کہ ہر رمضان میں ہم اس بحر رحمت سے اپنی تشنگی بجھا سکے اور فاز فوزاً عظیما کا مصداق بن جائیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کامل، ابدی اور دائمی ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ہے، ہر وقت اپنے بندوں پر مہربان ہے، ایسے ہی بعض مخصوص اوقات وحالات میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ظہور بھی اتم درجہ میں ہوتا ہے کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جلوہ گر ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ تہجد کے وقت میں اللہ تعالیٰ آسمانی دنیا پر نزول فرما کر اپنے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کو فرماتے ہیں اور یہ کہ اس وقت میری رحمت سے مانگنے والا محروم نہیں ہوگا، یہ رحمت کی صفات کی جلوہ نمائی ہے۔

تو ایسے ہی رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے کہ جو رحمتوں، بخششوں اور مغفرت کا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش مار رہی ہوتی ہے اور عنایات و برکات کی موسلا دھار بارش کا فیضان ہو رہا ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت بخشش کے بہانے ڈھونڈ رہی ہوتی ہے تبھی تو اللہ نے رمضان المبارک کے پورے مہینے کو بقیہ مہینوں پر مجموعی طور پر فضیلت بخشی اور کیوں نہ ہوں کہ وجہ فضیلت ہی کیا عظیم ہے۔ فرمایا:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (الآیہ)

کہ نزول قرآن اس ماہ میں ہوا جو پوری دنیا کیلئے راہ ہدایت ہے کہ جس کی اتباع کرنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والا کبھی محروم نہیں ہوا بلکہ دنیا وآخرت کی تمام کامیابیوں کو پا گیا۔ وجہ امتیاز کتنی شاندار ہے کہ اس ماہ میں کیا جانے والا عمل

ثواب میں ستر گنا بڑھ جاتا ہے، نوافل، فرض کے درجہ کو ثواب میں پہنچ جاتے ہیں۔ قبولیت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیاطین کو جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں کو قید کر دیا جاتا ہے کہ دخل اندازی نہ کر سکیں اور شب قدر کی عظیم نعمت بھی اسی کلام الٰہی کے نزول کا اعزاز ہے کہ اس میں کی جانے والی عبادت ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، بھلا رب کی رحمت اور بخشش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گیارہ مہینوں کی عبادت کے مقابلے میں ایک رات ایسی عطا فرما دی کہ اس کی عبادت کو اس سے بہتر قرار دے دیا، ایسی عنایات بس اسی ہی کی شان ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینے میں نازل کیا گیا، یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینے کے سامنے اس طرح ہے جس طرح سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ، قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہو گیا اور ناکام و بدنصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہو گئے۔

ہر دم وہ ہم کو پیش نظر دیکھتے رہے
غفلت کے مانے جانے کدھر دیکھتے رہے
آئینہ میں وہ حسن نظر دیکھتے رہے
دزدیدہ میرا دردِ جگر دیکھتے رہے
حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے
کنارہ تک اسے خود لا کے طوفان چھوڑ دیتے ہیں

ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس مہینہ میں کسی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد و انتشار کے ساتھ گزرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا

اندیشہ ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ عبادات کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کا جشن عام ہے۔ عبادات، ذکر و تلاوت، زہد و تقویٰ ان تمام چیزوں نے رمضان کو ایسا عالمی موسم اور جشن عام کا زمانہ بنا دیا ہے جس میں مشرق و مغرب کے تمام مسلمان عالم و جاہل، امیر و غریب، کم ہمت و عالی حوصلہ ہر قسم کے لوگ ایک دوسرے کے شریک و رفیق اور ہمدم و دمساز نظر آتے ہیں۔

یہ رمضان ایک ہی وقت میں، شہر، گاؤں اور ہر دیہات میں آتا ہے۔ امیر کے محل اور غریب کی جھونپڑی میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے، اس مہینے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے اسلامی معاشرے پر نورانیت اور سکینت کا ایک وسیع شامیانہ سایہ فگن ہے اور رمضان المبارک کا روزہ ایک اجتماعی اور عالمی روزہ ہے جس سے خود بخود ایک ایسی سازگار اور خوشگوار فضا پیدا ہوتی ہے جس میں روزہ آسان معلوم ہوتا ہے، دل نرم پڑ جاتے ہیں اور لوگ عبادتوں اور اطاعتوں اور ہمدردی و غمگساری کے مختلف کاموں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں تین مرتبہ اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی سائل کہ میں اس کو عطا کروں، ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کو معاف کر دوں۔ اللہ رب العزت رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ انسانوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرماتے ہیں جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور جب جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر گھڑی دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو شروع رمضان سے لیکر آج تک جتنے لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان سب کے برابر ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

جب رمضان المبارک آتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ''کیا خوب مہینہ ہے جو ہمیں پاک کرنے والا ہے۔'' پورا رمضان سراسر خیر و خوبی ہے خواہ دن کا روزہ ہو یا رات کا قیام، اس ماہ مبارک میں خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کے مترادف

ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور نیکی دس گنا سے لیکر سات سو تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے اس لئے کہ بے شک وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار میری خاطر اپنا کھانا اور اپنی خواہش نفس سب چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت کی اور ایک اللہ سے ملاقات کی۔ اور بے شک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے اچھی اور پاکیزہ ہے۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ یعنی روزہ سے فاسد مادے نکل جاتے ہیں جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے۔ ایک روایت میں ہے روزہ داروں کیلئے قیامت کے دن عرش کے سائے تلے دسترخوان بچھایا جائے گا اور وہ لوگ اس پر کھانا کھاتے ہوں گے، اور لوگ ابھی حساب و کتاب میں مصروف ہوں گے۔ وہ ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں جو بیٹھے کھا رہے ہیں اور ہم لوگ حساب میں پھنسے ہوئے ہیں، تو ان کو جواب ملے گا یہ روزہ رکھتے تھے اور تم بے روزہ تھے۔ (مجالس ابرار)

ایک روایت میں ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانے کیلئے۔ (رواہ احمد و بیہقی)

روزے میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں، وہ یہ کہ روزہ ہونے یا نہ ہونے کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوتی۔ اس لئے روزہ وہی رکھے گا جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت یا اللہ کا ڈر ہوگا، اگر فی الحال کچھ کمی بھی ہوگئی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت و عظمت سے کام کرنے سے محبت و عظمت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ دوسری عبادات میں غیر اللہ کو شریک کر لیتے تھے وہ روزہ میں کسی کو شریک نہیں کر سکتے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے رکھتا ہے اور وہ ایک عرصے کی نظافت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اس طرح کہ باری تعالیٰ کے اوصاف و خلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔ اس طرح پر کہ جیسے کہ اللہ رب العزت کھانے پینے سے منزہ ہے اسی طرح روزہ دار بھی اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات و تعلقات سے پاک و منزہ رکھتا ہے اس لئے روزے کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے جو اور عبادات کا نہیں۔ اندازہ کر لیں کہ مشرکین بھی روزہ اللہ کیلئے رکھتے تھے اس لئے رمضان المبارک کا مہینہ پورے آداب و رعایت کے ساتھ گزارنا چاہئے تاکہ اس کا صحیح حق ادا ہو اور اس سے اتم فائدہ حاصل ہو۔ اس میں جھوٹ، چغلی، غیبت اور دوسرے گناہوں سے بچنا چاہئے اور ذکر و تلاوت، تسبیح، زہد و تقویٰ کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ یہ مہینہ ہماری زندگی کے غلط دھارے کو بدل کر صحیح سمت میں ڈال دے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں کیونکہ ہم ہر لمحہ ہر گھڑی اللہ کی رحمتوں کے محتاج ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک کی برکات سے ہمیں پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

چشم رحمت ادھر کو بھی نظر کیجئے گا
اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

◆ ◆ ◆

حج کے فضائل و برکات

احادیث طیبہ میں حج، عمرہ، طواف اور سعی کا بڑا ہی اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، ان میں سے چند خاص خاص احادیث ملاحظہ ہوں:

تلبیہ کی فضیلت:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا مومن و مسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے اور کہتا ہے لبیک اللھم لبیک الخ تو اس کے داہنے طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے، خواہ وہ بے جان پتھر اور درخت یا ڈھیلے ہوں، وہ بھی اس بندے کے ساتھ لبیک کہتی ہیں۔ (جامع ترمذی، ص ۱۷۰، ج ۱)

اللہ تعالیٰ کے مہمان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے، اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (سنن ابن ماجہ، ص ۲۱۳، ایچ ایم سعید)

چار سو گھرانوں کے لئے سفارش:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے، یا یہ فرمایا: ''کہ چار سو آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے (یہ راوی کو شک ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

(الترغیب، ص ۱۶۲، ج ۲، دار الریان)

حرم شریف کی ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر:

حج یا عمرہ کرنے والا جب حدود حرم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ہر نیک عمل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں درج فرمائیں گے اور ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہوگی، عرض کیا گیا: ''حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

لہٰذا حدود حرم میں داخل ہوتے ہی تمام نیک کاموں کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، چنانچہ حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہیں تو ایک لاکھ سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملے گا۔ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں تو ایک لاکھ مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب ملے گا، حج یا عمرہ کرنے پر جتنا بھی خرچ ہو وہ سب حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہتے ہی وصول ہو جاتا ہے، اس لئے حج کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی

چاہئے اور اتنے عظیم ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کرنا چاہئے۔

- ☆ حرم میں ایک قرآن کریم ختم کریں تو ایک لاکھ قرآنِ کریم ختم کرنے کا ثواب ملے۔
- ☆ ایک روپیہ خیرات کریں تو ایک لاکھ روپے خیرات کرنے کا ثواب ملے۔
- ☆ ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے۔
- ☆ سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، استغفار، اور درود شریف، ایک بار پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے۔
- ☆ دو رکعت نفل پڑھیں تو دو لاکھ رکعت کا ثواب ملے۔
- ☆ اشراق، چاشت، اوابین، سنن زوال، قیام اللیل، تہجد، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے۔
- ☆ ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھیں یا صلوٰۃ التسبیح پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب پائیں۔
- ☆ ایک روزہ رکھیں تو ایک لاکھ روزوں کا ثواب پائیں۔
- ☆ ایک فقیر کو کھانا کھلائیں تو یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک لاکھ فقیروں کو کھانا کھلایا ہو۔
- ☆ ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھیں یا ایک عمرہ کریں یا ایک طواف کریں تو ہر چیز پر ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے۔

اس لئے دوران حج خوب نیک کام کریں اور گناہوں سے بے حد بچیں، خدانخواستہ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اور اس حاضری کو بے حد غنیمت سمجھیں اور اس کی دل و جان سے قدر کریں۔ کچھ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔

مسجد الحرام کا ثواب:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب زیادہ ملتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد الحرام میں (جو مکہ مکرمہ میں ہے) ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

بیت اللہ کی فضیلت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ جل شانہ کی ایک سو بیس (120) رحمتیں روزانہ اس گھر (یعنی بیت اللہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ (60) طواف کرنے والوں پر، چالیس (40) وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس (20) بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر نازل ہوتی ہیں۔ (بیہقی)

زم زم کے پانی کی فضیلت:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے، اگر آپ نے کسی بیماری سے صحت یابی کے لیے پیا تو اللہ پاک شفا عطا فرمائیں گے اور اگر (کھانے کی جگہ) پیٹ بھرنے کے لیے پیا تو اللہ تعالیٰ پیٹ بھر دیں گے اور اگر پیاس بجھانے کے لئے اس کو پیا تو اللہ پاک پیاس دور فرمائیں گے۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی خدمت ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ (دار قطنی)

طواف میں قدم قدم پر نیکیاں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سنت کے مطابق کامل وضو کرے اور طواف کے لیے حجرِ اسود کے پاس آئے تاکہ اس کا استلام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے، پھر جب حجرِ اسود کا استلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں، ستر ہزار گناہ (صغیرہ) معاف کرتے ہیں اور اس کے ستر ہزار درجات بلند کیے جاتے ہیں اور قیامت کے دن اس کے اہل خانہ کے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اس کے بعد جب وہ مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعتیں بحالتِ ایمان اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جس روز اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (الترغیب)

فائدہ: حاجی یا عمرہ کرنے والا یا نفلی طواف کرنے والا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے

لیے باوضو ہو کر طواف شروع کرتا ہے تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں، ستر ہزار گناہوں کی معافی اور ستر ہزار درجات کی بلندی کیا معمولی بات ہے؟ اور ستر اہلِ خانہ کے حق میں سفارش قبول ہونا اور چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملنا اور گناہوں سے پاک ہو جانا، یہ وہ سعادتیں ہیں جو بڑے ہی خوش نصیبوں کو ملتی ہیں، حج کر کے آپ کو بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ پر حج فرض ہو چکا ہے تو پھر جلدی کریں۔

حج کا ثوابِ عظیم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجدِ خیف میں (جو منی میں ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ کی خدمت میں دو شخص آئے ایک انصاری دوسرا ثقفی، دونوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنے آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ پوچھنے آئے ہو اگر تم چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنے آئے ہو؟ ان دونوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمارے سوالات بھی بتا دیجئے تاکہ ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس یہ دریافت کرنے آئے ہو کہ بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟ بیت اللہ کا طواف کرنے میں کیا اجر و ثواب ہے؟ طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے میں کیا فائدہ ہے؟ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا کتنا ثواب ہے؟ میدان عرفات میں عرفہ کے دن ٹھہرنے کا کتنا اجر ہے؟ جمرات کی رمی کرنے اور قربانی کرنے پر کیا ثواب ہے؟ سر منڈانے پر کیا اجر و ثواب ہے؟ اس کے بعد بیت اللہ کے طواف کرنے کا کیا ثواب ہے؟ یہ سن کر انصاری صحابی نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق

دے کر بھیجا! میں یہی باتیں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری صحابی کے مذکورہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم بیت اللہ کی (زیارت کی) نیت سے اپنے گھر سے چلو گے تو راستے میں تمہاری اونٹنی کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔ اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں ایک قدم رکھنے اور اٹھانے میں تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا اور طواف کے بعد تمہارا دو رکعتیں ادا کرنے کا ثواب بنو اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب 70 غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔

عرفہ کے دن شام کو تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا ایسا مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں جو غبار آلود، پراگندہ بال، ہر گہری اور کشادہ وادی سے نکل کر میرے پاس آئے ہیں، میری مغفرت اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ لو! میرے ان بندوں کے بارے میں سنو!۔ اگر ان کے گناہ ریت کے ذرّات کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے مساوی ہوں یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں تو بھی میں نے انہیں معاف کر دیا۔ میرے بندو! اب تم واپس چلے جاؤ، تمہاری بخشش ہوگئی اور جن کے بارے میں تم سفارش کرو ان کو بھی بخش دوں گا۔

جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ جس سے تم رمی کرو گے، ہلاک کرنے والے اور جہنم واجب کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ معاف ہوگا۔ اور تمہارے حج کی قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ ہے۔ جس کا ثواب آخرت میں ملے گا۔ اور سر منڈانے میں تمہارے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی عطا ہوگی اور

ایک گناہ مٹایا جائے گا۔ سائل نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر اس کے گناہ کم ہوتے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو تمہاری نیکیوں میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد آخر میں تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا ایسی حالت میں ہوگا کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ ہوگا اور ایک فرشتہ آئے گا جو تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا: آئندہ نئے سرے سے عمل کرو! تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ حج کرنے کا کتنا عظیم اجر و ثواب ہے، قدم قدم پر نیکیاں، گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی، غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب، میدانِ عرفات میں قیام کرنے پر بے شمار گناہوں سے درگذر، جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ گناہ کبیرہ کی معافی، قربانی کا ثواب محفوظ، سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی اور ایک گناہ کی معافی، یہ فضائل ایسے ہیں کہ اگر حج فرض نہ ہو تب بھی ان کو حاصل کرنے کے لئے حج کیا جائے اور بار بار کیا جائے، اس لئے جن پر حج فرض ہو چکا ہو، انہیں مذکورہ ثواب حاصل کرنے کے لیے ضرور حج کرنا چاہئے۔

◆

منافق کی تین نشانیاں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. (رواہ أبو نعیم الأصبہانی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بھی بات کرے جھوٹ بولے، جب بھی وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب بھی اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

آدابِ گفتگو

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الأخر فالیقل خیرًا اولیصمت. (بخاری شریف: ص ۸۸۹، ج ۲)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے اگر بولے تو منہ سے اچھی بات نکالے ورنہ چپ ہی رہے۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ گفتگو سے خیر اور بھلائی مقصود ہو تو منہ کھولنا چاہئے ورنہ خاموش رہے اور اگر کسی معاملہ میں تذبذب ہو یا خیر اور بھلائی کی کسی بات میں شک ہو تو کلام نہ کرے۔ زبان اور قوت گویائی کی اس اہمیت اور اس کی اسی اثر انگیزی کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے خصوصی انعامات واحسانات میں شمار کرتے ہوئے اعلان کیا ہے:

''وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے قوت گویائی کے شرف سے مشرف کر دیا۔'' (سورۃ الرحمٰن، آیت ۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دیدے میں اس کیلئے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔'' (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کی بات ہوتی ہے، بندہ اس کا خیال نہیں کرتا اور اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی بدولت اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات لاپرواہی سے زبان سے نکالتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔'' (بخاری)

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ قوت گویائی انعام خداوندی بھی ہے اور بڑی بااثر اور نتائج خیز بھی۔ اس کے صحیح استعمال ہی پر ایک فرد کی کامیابی اور ایک اجتماعی نظام کی فلاح و کامرانی کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ مکمل اور انقلاب آفرین دین اور آپ کے لائے ہوئے ابدی اور عالمگیر نظام حیات نے بنی نوعِ انسان کو زبان استعمال کرنے کے ایسے آداب واطوار تعلیم کئے جن کی بدولت خدا کی عطا کردہ یہ نعمت اور یہ قوت خیر و برکت اور فلاح و سعادت کا سرچشمہ بن جاتی ہے اور اسلامی معاشرہ اس کی ان تباہ کاریوں اور فتنہ انگیزیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے جو اس کے غلط اور غیر ذمہ دارانہ استعمال کا لازمی خاصہ ہیں۔ گفتگو میں نرمی اور ملائمت کی وجہ سے اس کی اثر انگیزی اور نتیجہ خیزی میں کتنا اضافہ ہو جاتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو نبوت کے منصب جلیلہ پر فائز کر کے تبلیغ و ہدایت کیلئے فرعونِ مصر کے دربار میں جانے کا حکم دیا تو

ہدایت کی:

> "جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہوگیا ہے، اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔"
> (سورۂ طٰہٰ، آیت ۴۳۔۴۴)

اسی طرح قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے:

> "لوگوں سے بھلی بات کہنا۔" (سورہ بقرہ: آیت ۸۳)

بات جو بھی کی جائے وہ درست اور منصفانہ ہو، نپی تلی ہو۔ ارشادِ خداوندی ہے:

> "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو، اللہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمادیگا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔" (سورہ احزاب: آیت ۷۰،۷۱)

آیت بالا اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ اجتماعی معاملات کی اصلاح و درستی اور خدائے قدوس کی طرف سے درگزر اور معافی کا انحصار اس بات پر ہے کہ مسلمان اپنی گفتگو میں صداقت و شرافت اور متانت و بشاشت کا لحاظ رکھیں، اسی نکتے کی مزید وضاحت ذیل کی احادیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا "جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔" (بخاری و مسلم)

بات سچی ہو اور حقیقت پر مبنی ہو پھر بھی اس کے بیان کرتے وقت آواز اور لہجہ میں اعتدال اور میانہ روی ہونی چاہئے، چیخ چیخ کر بولنا یا اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرنے کیلئے کرخت آواز نکالنا کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں۔ قرآن مجید میں حضرت لقمان کی زبانی تمام انسانوں کو گفتگو اور بول چال کا طریقہ اس طرح سکھایا گیا ہے "اور اپنی

آواز ذرا پست رکھ، سب سے بری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔" (سورۂ لقمان، آیت ۱۹) جب کوئی بات کسی کو سمجھانی ہو تو گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہئے تا کہ بات سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح محفوظ ہو جائے۔ اگر گفتگو تیزی سے جلدی جلدی کی جائے گی تو سننے والا اسے سمجھ سکے گا اور نہ ذہن نشین کر سکے گا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے باہر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑی تیزی سے حدیث بیان کرنا شروع کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اعتراض کیا اور فرمایا:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تیزی سے بات نہ کرتے تھے بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔" (ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل اور ترسیل پائی جاتی تھی یعنی ہر لفظ جدا جدا ہوتا تھا اور گفتگو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عجلت نہیں فرماتے تھے۔" (ابوداؤد شریف)

اسی بات کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے تھے اور جو شخص ان کو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔" (ابوداؤد شریف)

ایک دفعہ ایک شخص نے طویل خطبہ دیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا:

> "اگر یہ شخص میانہ روی اختیار کرتا تو اس کیلئے بہتر ہوتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں گفتگو میں اختصار اختیار کروں کیونکہ اختصار بہتر ہے۔" (ابوداؤد)

گفتگو میں اگر زور بیان، فخر و مباہات اور شہرت کیلئے اختیار کیا جائے اور اس مقصد کیلئے مقفٰی، مسجع اور تکلف آمیز فقرے تقریر میں استعمال کئے جائیں تاکہ لوگ گرویدہ ہوں اور ان کیلئے تفریح کا سامان مہیا ہو تو اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کرتے ہوئے فرمایا "خدا اس بلیغ آدمی کو مبغوض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح توڑتا اور مروڑتا ہے جس طرح بیل اپنی زبان کو توڑ مروڑ کے گھاس کھاتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا

> "جو شخص اسلوب کلام میں اسلئے اول بدل کرتا ہے کہ لوگ اس کے گرویدہ اور فریفتہ ہوں، خدا قیامت کے دن اس کا فدیہ اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ (ابوداؤد شریف)

اللہ رب العزت ہمیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

◆ ◆ ◆

دامنِ مصطفیٰ ﷺ

ملک میں کتاب وسنت کا قانون نافذ کیا جائے اور اپنا تعلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح معنوں میں جوڑ لیا جائے۔

یہ ناقدری ہے

یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، جس کی ہمیں قدر کرنی چاہئے تھی اور خدائے بلند و برتر کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا لیکن ہم شکرِ نعمت کی بجائے کفرانِ نعمت کر رہے ہیں۔

غیر اسلامی نظام کی وجہ سے ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوا

ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی وجہ سے علاقائی اور لسانی تعصبات کو سر اٹھانے کا موقعہ ملا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا بڑا صوبہ ہم سے جدا ہو گیا۔

﴿ارشادات حضرت درخواستی﴾

اسلام کا نظامِ تجارت
اور
اس کے شرعی احکام

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

"طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة."

(مشکوۃ ج ۱، ص ۲۴۲)

دنیا کی تمام اقوام اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کی تمام تر ضروریات پوری کرنے کیلئے مال کا ہونا نہایت ضروری ہے لیکن اس مال کو حاصل کرنے کیلئے شریعتِ مطہرہ نے انسان کو خاص کر مؤمنین کو آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑا اور نہ انسان اس بات کا مختارِ کل ہے کہ جس طرح چاہے ذرائع آمدن کا کسب کرے اور ہر طرح کا مال حاصل کرنے میں تگ و دو کرے بلکہ اسلام نے اس کے واسطے کچھ نمایاں اور واضح ہدایات دی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان کامیاب و کامران اور سرخرو ہو جاتا ہے۔ ان ہدایات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے کہ کونسے ذرائع آمدن جائز ہیں اور کونسے ناجائز اور

کونسا طریقہ حصولِ مال کا حلال ہے اور کونسا حرام۔ تو آیئے سب سے پہلے اسلامی تجارت کی تعریف کرتے ہیں۔

تجارت کے لغوی معنی:

تَجَرَ (نَ) تَجْرًا وتجارةً و تَاجَرَ واَتْجَرَ و اِتَّجَرَ بمعنی سوداگری کرنا۔ اہل عرب کے ہاں "تاجر" شراب بیچنے والے کو کہا جاتا تھا، اس کی جمع تجار، تُجّار، تجر آتی ہے۔ (مصباح اللغات، ص۸۲)

بیع کی اصطلاحی تعریف:

بیع مبادلة المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال کے بدلے رضامندی کے ساتھ بیچنا۔

تعریف کے فوائد و قیود:

مبادلۃ المال بالمال سے سود، قمار وغیرہ، ناجائز صورتیں خارج ہوگئیں اور بالتراضی کی قید سے ڈاکہ، چوری اور غصب وغیرہ۔ اموال خارج ہوگئے اور بغیر رضامندی کے کسی سے زبردستی مال کو لینا، یہ بھی بیع کی تعریف میں شامل نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا:

یٰٓا ایها الّذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل
الا ان تکون تجارة عن تراض منکم الخ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق مگر یہ کہ آپس میں رضامندی سے تجارت کے ذریعے سے۔

تجارت کی اہمیت اور فضائل قرآن کریم کی روشنی میں:

سورۂ زخرف میں ارشاد خداوندی ہے:

نحن قسمنا بينهم معيشتهم فی الحيوة ورفعنا

بعضهم فوق بعض درجات ليتّخذ بعضهم بعضا
سخريا. (زخرف: آیت ۳۲)

ترجمہ: ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔

ظاہر ہے کہ ایک دوسرے سے کام اسی طرح لیا جائے گا کہ کام لینے والا کام کی طلب اور کام دینے والا کام کی رسد ہے۔ اس طلب و رسد کی باہمی کشمکش اور باہمی امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آتی ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب دیہاتی اپنی زرعی پیداوار شہر میں فروخت کرنے کیلئے لاتے تو بعض شہری لوگ اس دیہاتی سے کہتے کہ تم اپنا مال خود لیجا کر شہر میں نہ بیچو بلکہ یہ سامان مجھے دے دو میں مناسب وقت پر اس کو فروخت کروں گا تاکہ اس کی قیمت زیادہ ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہریوں کو ایسا کرنے سے روکا اور اس کے ساتھ ہی یہ جملہ ارشاد فرمایا:

دعوا الناس یرزق الله بعضهم عن بعض

ترجمہ: لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائے۔

سورۂ نحل میں ارشاد خداوندی ہے:

فکلوا مما رزقکم الله حلالاً طیباً واشکروا نعمت
الله ان کنتم ایّاه تعبدون.

ترجمہ: سو کھاؤ جو روزی دی اللہ نے تم کو حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

حلال روزی حاصل کرنے کی اجازت کے بعد حرام سے بچنے کی سخت تاکید

فرمائی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۸ میں ارشاد ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون

ترجمہ: اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے۔

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة رواه البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکوۃ، ج ۱، ص ۲۴۲)

و روی الدیلمی عن انسؓ مرفوعاً بسند حسن بلفظ طلب الحلال واجب علی کل مسلم. (بخاری، ج ۱، ص ۲۷۸، ایچ ایم سعید)

وعن المقداد بن معد یکرب قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم ما اکل احد طعامًا قط خیر من ان یاکل من عمل یدیه وان نبی اللّٰه داؤد علیه السلام کان یأکل من عمل یدیه. (مشکوۃ ج ۱، ص ۲۴۱، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: (روایت اوّل) حدیث میں ہے کہ حلال (مال) کا طلب کرنا فرض ہے بعد فرض کے۔ مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا اور حاصل کرنا فرض ہے بعد اور فرضوں کے۔

ترجمہ: (روایت دوم) حلال مال کا طلب واجب ہے ہر مسلمان پر

ترجمہ: (روایت سوم) فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نے نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کے کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھ کے عمل سے ہو اور بے شک خدا کے نبی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے۔

قرآن مجید میں اکتسابِ عمل کی جن صورتوں کو حرام کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) رشوت اور غصب، (البقرہ:۱۸۸)

(۲) چوری، (المائدہ) ۳۸)

(۳) خیانت، خواہ افراد کے مال میں ہو یا پبلک کے مال میں (البقرہ:۲۸۳)

(۴) مالِ یتیم میں بے جا تصرف (النساء:۱۰)

(۵) ناپ تول میں کمی، (التطفیف۔۳)

(۶) فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار (النور:۱۹)

(۷) قحبہ گری اور زنا کی آمدنی (النور۔۲۔۳۳)

(۸) شراب کی صنعت، اس کی بیع اور اس کا نقل وحمل (المائدہ:۹۰)

(۹) جوا اور تمام وہ ذرائع جن سے کچھ لوگوں کے مال کا دوسرے لوگوں کی طرف منتقل ہونا محض بخت واتفاق پر مبنی ہو (المائدہ:۹۰)

(۱۰) بت گری، بت فروشی اور بت خانوں کی خدمات، (المائدہ۹۰)

(۱۱) قسمت بتانے اور فال گیری کا کاروبار (المائدہ، ۹۰)

(۱۲) سود خوری (البقرہ:۲۷۵، ۲۸۰، العمران ۱۳۰)

اللہ رب العزت ہمیں حرام مال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆ ◆ ◆

شخصی آزادی اسلام کی نظر میں

عن نعمان بن بشیر رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال مثل القائم علی حدود اللّٰہ والرواقع فیہا کمثل فوم استہموا علی سفینۃ فأصاب بعضہم اعلاہا واصاب بعضہم اسفلہا وکان الذین فی اسفلہا اذا استقوا من الماء مروا علی فوقہم واذرہم فقالو لوانا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نوذ من فوقنا فان ترکہم فان تکرہم وما ارادوا ہلکو جمیعا وان اخذو علی ایدیہم نجوا ونجوا جمیعا۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کی پابندی کرنے والوں اور اس میں بدعملی کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے

جو ایک کشتی میں سوار ہوں، قرعہ اندازی کے ذریعے بعض کو اس کے اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نچلا والا حصہ ملا، نیچے والے لوگ پانی لینے کیلئے اوپر جاتے ہیں اور انہیں تکلیف ہوتی ہے تو یہ کہنے لگے اچھا ہوا ہم اپنے حصہ میں سوراخ کرتے کہ اوپر والون کو بھی زحمت نہ ہو، اب اگر اوپر والے ان کو یونہی چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہوں گے اور اگر انہوں نے آ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو یہ بھی اور وہ بھی سب بچ جائیں گے۔

یعنی جہاز کے نیچے کے حصے میں ایک سوراخ سمندر میں کھولیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے، ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام، ہمیں ان سے کیا واسطہ تو ایسی صورت میں وہ جہاز غرق ہوجائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہوجائیں گے

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ ہوسکتے ہیں جبکہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت غالب ہوجائے۔

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی ہر طرف گیت گائے جارہے ہیں، اس پر شور مچایا جارہا ہے، نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کیے جارہے ہیں مگر کسی کی نظر اس طرف نہیں جاتی کہ حقیقی طبیب اور شفیق و مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا ہے اور کیا علاج بتلایا ہے اور اس پر کس درجہ عمل کیا جارہا ہے کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے

کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے اس کو علاج بتایا جا رہا ہے تو یہ مریض کل کی بجائے آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

آج پوری دنیا میں یہی شور اور غلغلہ ہے کہ انسانی سوچ اور فکر اور اس کی ہوا وَ ہوس کو ہر طرح کی مذہبی پابندیوں سے آزاد کر کے شتر بے مہار بنا دیا جائے اور اس کے کسی قسم کے صحیح اور غلط پر کوئی بھی قدغن نہ لگائی جائے اور اسی کو دنیا انسانی حق باور کرانے پر تلی ہوئی ہے اور اگر کسی وقت کوئی حکم شرعی ان کی طبیعت فاسدہ کے خلاف نظر آئے تو اس کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے تعبیر کر کے اس کے خلاف بے جا محاذ آرائی کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج انسان ہر طرح کی اخلاقی قدروں سے آزاد ہو کر بے راہ روی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھنسا جا رہا ہے، جس سے نکلنے کا راستہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے اور کچھ نہیں۔

◆ ◆ ◆

فضائل درود شریف

اَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِرَبِّي عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْکَ مِنْ اُمَّتِکَ صَلَاةً کَتَبَ اللّٰهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ، وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا. رواہ احمد في "المسند" (۳/۲۹)

ترجمہ: میرے پروردگار کی طرف سے کوئی آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی امت میں جو شخص بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کے دس گناہوں کو مٹا دیں گے اور اس کے دس درجات بلند فرمائیں گے اور پھر اسی درود کے برابر اس پر اپنی رحمت کا معاملہ فرمائیں گے۔

بھیک مانگنا
ایک معاشرتی برائی

عن الزبیر بن العوّام قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلّم لان یّاخذ احدکم حبلهٗ فیاتی بحرمة حطب علی ظهره فیبیعها فیکفّ اللّٰہ بها وجههٗ خیرٌ لهٗ من أن یّسال النّاس اعطوه اومنعوه. (بخاری، ج ا، ص ۱۹۹، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضرت زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی (ضرورت مند) آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسّی لیکر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچالے، اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے پھر خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

اس حدیث مبارک میں رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کمانے کی عظمت اور کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی برائی کو بیان کیا

ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے کسی کا یہ رویہ کہ رسّی لے کر جنگل میں جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لائے اور بازار میں آ کر بیچ دے یہ اس سے بہتر ہے کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے۔

اسلام انسان کو خودداری اور خود کفالت کا درس دیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کمانے والے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خود پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنے عمل سے اس چیز کی تعلیم دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی کام اور گھر تک کے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیا کرتے تھے اور یہی تعلیم آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو بھی دی کہ بجائے کسی سے مانگنے کے اپنے ہاتھ کی محنت مزدوری کر کے خود بھی کھائیں اور اپنے بچوں کو بھی کھلائیں۔

یہاں تک مثالیں موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو محنت مزدوری کے اسباب تک مہیا کئے اور کلہاڑا خرید کر کے دیا کہ جاؤ جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاؤ اور بیچ کر اپنا اور اپنے بچوں کے خرچ میں لاؤ۔

لیکن آج مسلمانوں نے اسلام کے ان زرّین اصولوں اور روشن تعلیمات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کے سہارے جینے اپنا وطیرہ بنالیا۔ بھیک مانگنا، سوال کرنا، کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اور اپنی عزت نفس کا سودا کر کے پیٹ کی آگ بجھانا مسلمانوں کا شعار نہیں بلکہ بہترین مسلمان وہی ہے جو اپنی محنت سے کما کر خود بھی کھاتا ہو اور دوسروں کے بھی کام آتا ہو۔

لیکن آج سہل پسندی اور آرام طلبی مسلم معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے جس کی وجہ سے مسلمان ہو کر محنت کر کے کمانے کے بجائے بھیک مانگ کر کھانے والوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ شہر شہر اور بستی بستی میں بھکاریوں کی

فوج ظفر موج پروان چڑھ رہی ہے جو اسلام کے معاشرتی تشخص کو مسخ کرنے کا باعث بن رہی ہے۔

اسلام نے اغنیاء اور مالداروں کو حکم دیا ہے کہ اپنے اموال میں زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے معاشرے کے لاچار اور مفلوک الحال لوگوں کی دست گیری کیا کریں اور ان لوگوں پر خرچ کیا کریں جن کی مالی حالت قابل رحم ہو اور غریب کو حکم دیا ہے کہ وہ بجائے دوسروں کے مال پر نظر رکھ کر سستی اور کاہلی کی چادر اوڑھے رکھنے کے بجائے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے کمانے کی تگ و دو میں مصروف ہوں، جب دونوں طرف سے مسلمان اس طرز عمل کو اپنالیں گے تب معاشرے سے بھیک مانگنے کا ناسور اپنے انجام کو پہنچے گا اور غربت کا خاتمہ ہوگا۔

بھیک مانگنا جہاں دنیا میں انسان کی بے قدری اور ذلت کا باعث ہے وہیں آخرت میں بھی بھکاری کا حشر انتہائی ذلت کے ساتھ ہوگا۔ وہ لوگ جو صرف سستی اور کاہلی کی بنیاد پر بھیک مانگنے کو اپنا ذریعہ معاش بنالیتے ہیں قیامت کے دن اس حال میں ان کو اٹھایا جائے گا کہ ان کے چہرے داغ دار ہوں گے جس سے صاف پتہ چلے گا کہ یہ شخص دنیا میں بھیک مانگتا تھا۔

کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک ترقی یافتہ، مہذب اور صالح معاشرہ نہیں کہلایا جاسکتا جب تک کہ اس سے ان کمزوریوں اور خامیوں کو دور نہ کیا جائے جس کی وجہ سے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو۔ اسلام کے صدر اوّل کے ادوار کو اس لحاظ سے ایک نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے جہاں حکمران کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ اس طرح کی برائیوں سے سماج کو پاک کریں اور ہر آدمی کو خود کفالت کا قابل بنائیں تا کہ ہر آدمی معاشرے میں عزت کے ساتھ جی سکے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک (مفلس اور غریب شخص) انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (اپنی حاجت مندی ظاہر کر کے) آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز بھی نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا بس ایک کمبل ہے جس میں سے کچھ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں (باقی بس اللہ کا نام) آپ نے فرمایا یہی دونوں چیزیں میرے پاس سے آؤ۔ انہوں نے وہ دونوں لاکر آپ کو دے دیں، آپ نے وہ کمبل اور پیالہ ہاتھ میں لیا اور (نیلام کے طریقے پر) حاضرین سے فرمایا: کون ان دونوں چیزوں کو خریدنے پر تیار ہے؟ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت میں ایک درہم میں ان کو لے سکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا: کون ایک درہم سے زیادہ لگاتا ہے (یہ بات آپ نے دو دفعہ یا تین دفعہ فرمائی) ایک دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں دو درہم میں لے سکتا ہوں۔ آپ نے دونوں چیزیں ان صاحب کو دے دیں اور ان سے دو درہم لے لئے اور ان انصاری کے حوالے کئے اور ان سے فرمایا کہ ان میں سے ایک کا تم کھانے کا کچھ سامان (غلہ وغیرہ) لے کر اپنے بیوی بچوں کو دے دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خریدو اور اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور کلہاڑی لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کلہاڑی میں لکڑی کا ایک دستہ خوب مضبوط لگا دیا اور ان سے فرمایا جاؤ اور جنگل کی لکڑیاں لاکر بیچو اور اب میں پندرہ دن تک تم کو نہ دیکھوں (یعنی دو ہفتہ تک یہی کام کرو اور میرے پاس آنے کی بھی کوشش نہ کرو) چنانچہ وہ صاحب چلے گئے اور آپ کی ہدایت کے مطابق جنگل کی لکڑیاں لا لا کر بیچتے رہے۔

پھر ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی محنت اور لکڑی کے اس کاروبار سے دس درہم کما لئے تھے جس میں سے کچھ کا انہوں نے کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے ان سے فرمایا اپنی محنت سے یہ کمانا تمہارے لئے اس سے بہت ہی بہتر ہے کہ قیامت کے دن لوگوں سے مانگنے کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال کرنا صرف تین قسم کے آدمیوں کے لئے درست ہے:

☆ ایک وہ آدمی جسے فقر وفاقہ نے زمین سے لگا دیا ہو اور بالکل لاچار کر دیا ہو۔

☆ دوسرے وہ جس پر قرض یا کسی تاوان کا بھاری بوجھ ہو جس کی ادائیگی اس کے امکان میں نہ ہو

☆ تیسرے وہ جس کو کوئی خون بہا ادا کرنا ہو اور وہ اس کو ادا نہ کر سکتا ہو۔

لیکن افسوس کہ جس پیغمبر کی یہ ہدایت اور یہ طرزِ عمل تھا اس کی امت میں پیشہ ور سائلوں اور گداگروں کا ایک طبقہ موجود ہے اور کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو عالم یا پیر بن کر معزز قسم کی گداگری کرتے ہیں، یہ لوگ سوال اور گداگری کے علاوہ فریب دہی اور دین فروشی کے بھی مجرم ہیں۔

بھیک مانگنے اور دیگر تمام تر معاشرتی برائیوں کے خاتمے کیلئے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ایک ایک شخص کے دل ودماغ میں اس بات کو راسخ کیا جائے کہ اسلام نے زندگی گزارنے کے جو طور طریقے ہمیں بتلائے ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر ہی ایک ترقی یافتہ اور پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

◆ ◆ ◆

دو مختصر، پیارے اور وزنی کلمات

کلمتان خفیفتان علی اللّسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن "سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحٰن اللّٰہ العظیم". (متفق علیہ عن ابی ھریرةؓ)

ترجمہ: دو کلمے (ایسے ہیں) جو ہلکے ہیں زبان پر، بھاری ہیں ترازو میں محبوب ہیں رحمٰن کو "سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحٰن اللّٰہ العظیم" (بخاری، ج ۲، ص ۱۱۲۹، ایچ ایم سعید)

مشکل الفاظ:

حبیبتان، محبوبتان پیارے، مراد یہ ہے کہ ان کلمات کا پڑھنے والا اللہ کا محبوب ہوتا ہے۔ خفیفة ہلکا۔ ثقیلة بھاری، کلمة سے مراد یہاں کلام ہے۔

جیسے کلمۂ توحید کلام ہے نحوی کلمہ نہیں۔ خفیفتان علی اللّسان آسان ہیں دشوار نہیں۔ ثقیلتان فی المیزان ترازو میں بھاری ہوں گے یعنی اجر وثواب زیادہ ملے گا۔ سبحٰن اللّٰہ ای اسبحہ متلبسًا بحمدی لہ، من اجل توفیقہ لی للتسبیح ونحوہ. میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی حمد وستائش کے ساتھ۔
سبحٰن اللّٰہ العظیم میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو بڑی عظمت والا ہے۔

تشریح:

دو کلمے جو زبان پر نہایت آسان ہیں، مختصر ہیں، قیامت کے دن میزان میں بھاری ہوں گے۔ یہ کلمات اللہ کو نہایت پیارے ہیں سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ سبحٰن اللّٰہ العظیم.

میزان میں بھاری ہیں، قیامت کے دن ایک ترازو رکھا جائے گا جس میں اعمالِ انسانی کا وزن ہوگا اگر اعمال خیر کا پلڑا بھاری ہوا تو کامیابی ورنہ ناکامی ہے۔ ہمارے اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟ ہمارے اعمال اس وقت کہاں ہوں گے؟ یہ وسوسے انسانی ذہن میں آسکتے ہیں اور خصوصاً مادہ پرست یہ خیال میں لاسکتا ہے لیکن معمولی سوچ و بچار سے اگر کام لیا جائے تو بات واضح ہو جائے گی کہ جب حرارت و برودت کا تھرمامیٹر کے ذریعے اندازہ ہوسکتا ہے، ٹیلیفون کے ذریعے باتیں کس طرح دور دراز تک پہنچائی جاسکتی ہیں؟ ٹیپ ریکارڈر میں الفاظ کیسے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ انسان جو پانی کے حقیر قطرے سے پیدا ہوا اگر ایسی ایجادات پر قادر ہے تو احکم الحاکمین، زمین وآسمان بلکہ پوری کائنات کا خالق اس بات پر قادر نہیں کہ اپنے بندوں کے اعمال کو محفوظ کرالے اور قیامت کے دن ترازو قائم کرکے ان کا وزن ظاہر فرمادے۔

حدیث شریف سے میزان (ترازو) کا ہونا ثابت ہے اور قرآن مجید میں

آیت ہے:

وتضع الموازين القسط ليوم القيٰمة فلا تظلم نفس
شيئًا ؕ وان كان مثقال حبّة مّن خردل اتينا بها و كفٰى
بنا حاسبين. (پ ۱۷، سورة الانبياء)

پس عقائد و اعمال کا وزن ہوگا، کامیاب ہیں وہ انسان جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حدیث شریف میں وہ کلمات بیان کئے گئے ہیں جو آسان ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں اور میزان میں بھاری ثابت ہوں گے

سبحٰن اللّٰه وبحمدهٖ سبحٰن اللّٰه العظيم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کا آغاز انّما الاعمال بالنّيات سے اور اختتام ان کلمات مقدسہ پر فرمایا تا کہ جو بھی اچھا عمل کیا جائے محض خدا کی رضا کیلئے ہو، ایسے اعمال خواہ آسان اور مختصر ہوں مگر میزان میں نہایت وزن دار ہوں گے اور بڑے سے بڑا عمل اگر ریا و نمود کا شائبہ رکھتا ہے اخلاصِ نیت سے خالی ہے تو میزان میں نہایت ہلکا ہوگا۔

◆ ◆ ◆

وسعت رزق کے لئے خاص وِرد

وسعت رزق کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ کے سلسلہ کا ایک خاص ورد ہے۔ بعد نماز عشاء گیاہ سو بار يَا مُغْنِىْ (گیارہ تسبیح) پڑھیں اور سورۃ مُزَمّل سات بار روزانہ اس طریقہ سے پڑھیں کہ ہر پانچوں نمازوں کے بعد ایک بار اور صبح کی سنت اور فرض کے درمیان دو بار پڑھیں۔ اس طرح دن رات میں سورہ مزمل سات بار ہوگئی۔ اگر صبح کی سنت اور فرض کے درمیان وقت کی کمی کے باعث نہ پڑھ سکے تو فرض کے بعد تین بار سورہ مزمل پڑھ لے۔

وصیت کرنا کیوں ضروری ہے؟

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما حقّ امرئ مسلم له شىء يوصى بهٖ يبيت ليلتين الّا و وصيّته مكتوبة عنده. متفق عليه
(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۲۶۵، ایچ ایم سعید)

عن جابر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من مات علٰى وصيّة مات علٰى سبيل وسنّة ومات علٰى تقى وشهادة ومات مغفوراً له. (رواه ابن ماجه، بحواله مشكوة باب الوصايا، ج، ۱، ص ۲۶۶)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا، اس کیلئے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔''
(بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص وصیت کر کے مرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔'' (ابن ماجہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول:

اس لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانے کے ساتھ وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میرے اوپر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ میں وصیت لکھ کر کے اپنے سرہانے نہ رکھتا ہوں۔ غرضیکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ وصیت نامہ ساتھ رکھتے تھے۔

روز قیامت کی مفلسی سے بچئے:

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں، کیا پتہ کس وقت آجائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کردو جس دن نہ مال ومتاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب وسامان باعث نجات بن سکیں گے بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوق واجبہ از جنس عزت وناموس (جیسے غیبت وچغلخوری اور بدگوئی وبدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہئے کہ صاحب حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے، اس لئے کہ اس دن درہم ودینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی وبھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحب حق کو دیدی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہو تو صاحب حق کے سیئات اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

(بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان صاحب حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے، ورنہ قیامت میں نیکی لیکر حق ادا کردیا جائے گا اور اگر نیکی نہ ملے تو صاحب حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

مفلس کی پہچان:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زندگی (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ کسی کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامن عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دیدی جائے گی اور کچھ اس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحب حقوق کی برائیاں وسیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابند زکوٰۃ) کو نار جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق کی ادائیگی میں سستی سے احتراز کرے:

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی سستی باعث رسوائی وعذاب ہے۔ آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابند صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی دراصل معیار شریعت ہیں۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا الا یہ کہ صاحب حق اپنا حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم امین

◆ ◆ ◆

بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

اور

تعلیم کتاب

قال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم عند حجۃ الوداع ان اصدق الحدیث کتاب اللّٰہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ (مسلم، ج ۱، ص ۲۸۴، ایچ ایم سعید)

قرآن کریم کا شغل ایک مبارک شغل ہے۔ اللہ کی کتاب سے واسطہ رہے گا تو اس کے ذریعہ اللہ سے بھی واسطہ رہے گا۔ قرآن نازل ہی اس لئے کیا گیا کہ اس کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس راستے سے کروڑوں بندگان خدا' خدا تک پہنچ بھی گئے، کسی کو نجات عطا ہوئی، کوئی اس کے ذریعے درجات پر فائز ہوا، جس کا قرآن مجید سے جتنا گہرا واسطہ اور ربط رہا اسی قدر بلندیٔ درجات حاصل ہوتی رہیں۔

غرض کروڑوں انسان قرآن مجید کی بدولت فائز المرام ہو چکے ہیں اور کروڑوں

اور ہوں گے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کریم جب اللہ تعالیٰ کے سامنے مجسم شکل میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، آج میں تیری وجہ سے کتنوں کو بلند درجات پر فائز کرتا ہوں اور کتنوں کو پستی و گہرائی میں ڈالتا ہوں جو تجھ پر عمل کرتے تھے، تیرے علم میں مشغول تھے، ان کیلئے رفع مراتب اور بلندیٔ درجات اور بہترین اجر و جزا ہے اور جو تجھ سے اعراض کرتے اور بھاگتے پھرتے تھے نہ انہوں نے تجھے پڑھا، نہ تیرے پیغامات پر عمل کیا، وہ آج پست و ذلیل ہوں گے۔ اس گرز کی سزا پائیں گے اور ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوں گے۔

انّ اللہ یرفع بھذا الکتاب اقوامًا ویضع بہ اٰخرین

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس قرآن حکیم کے ذریعے کچھ اقوام کو بلند اور کچھ کو پست کرتا ہے

اس سارے بیان سے قرآن کے خیر مطلق ہونے کا بخوبی پتہ چل گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پڑھانے والا اور پڑھنے والا تو قرآن سے براہِ راست رابطہ رکھنے کی بنیاد پر خیر ہی ہے۔ اس کی اشاعت میں کسی درجہ مدد کرنے والا بھی اس خیر میں شامل اور برابر کا شریک ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کلمہ خیر کہنے والا بھی اس خیر میں داخل ہو گیا۔ غرض قرآن سے کسی بھی طور وابستگی خیر سے محروم نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خیر کو ساری قرآن پڑھنے پڑھانے والا سمیٹ کر لے گیا۔ باقیوں کے حصے میں کیا رہا، ایسا نہیں ہے۔ پڑھنے پڑھانے والے، جانی و مالی مدد کرنے والے، پڑھنے پڑھانے کے ذرائع قائم کرنے والے، ان کی خبر گیری کرنے والے، سب اسی خیر میں شامل و شریک ہیں، کوئی خیر سے محروم نہیں۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی مجلس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے علم کی

گفتگو ہوتی ہے تو اس مجلس کو لاکھوں کروڑوں فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ مجلس کے اختتام پر جب فرشتے اللہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ارشاد ربانی ہوتا ہے کہاں گئے تھے؟

اللہ تعالیٰ کا یہ سوال ناواقفی کا نہیں کیونکہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں، بلکہ بطور حکمت ہوتا ہے۔ ملائکہ علیہم السلام کہتے ہیں آپ کے بندوں کی ایک مجلس میں گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس مجلس میں میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں آپ کے عذاب سے ڈر رہے تھے، آپ کی نعمتوں کے طالب تھے۔ جنت کے طالب اور عذاب جہنم سے پناہ کے طالب تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت دیکھ لی ہے، جو اس کے طالب تھے اور کیا جہنم کا عذاب چکھ لیا ہے جو اس سے پناہ مانگ رہے تھے؟

فرشتے عرض کرتے ہیں انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہیں، آپ کے پیغمبروں نے جو ان کو بتایا اس پر ایمان لا کر اور یقین کر کے یہ خواہش کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فرشتو! تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس مجلس میں جتنے افراد بھی شریک تھے میں نے سب کی مغفرت کر دی۔ جو مانگتے تھے وہ دے دیا، جس سے پناہ چاہتے تھے اس سے ان کو بچا لیا۔ قرآن کریم کی تعلیم و تعلم میں شریک لوگوں کیلئے کتنی عجیب بشارت ہے۔

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اللہ اس مجلس میں سارے ہی تیرا ذکر کرنے والے، تجھ سے انعام کی خواہش کرنے والے، تیرے عذاب سے بچنے کی دعا کرنے والے نہیں تھے۔ کئی تو مجمع دیکھ کر بطور تماشائی کناروں پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے متعلق آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، وہ بھی اس مجلس خیر میں شریک قرار دیئے گئے۔ وہ بھی اس مغفرت میں داخل ہیں، شریک مجلس ایسے لوگ ہیں کہ جن کے آس پاس کھڑے ہونے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

تو قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا خود سراپا خیر ہے ہی جس سے تربیت و تزکیہ ہوتا ہے لیکن اس تربیت و تزکیہ کا مدار مربی و مزکی کی شخصیت پر ہوتا ہے۔ اس لئے کلام اللہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ضروری گردانی گئی۔ جہاں بھی کسی صحیفہ الٰہی یا کتاب اللہ کے نزول کا ذکر ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس صحیفہ یا کتاب کے نزول کے مورد پیغمبر و رسول کا ذکر بھی رازما ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی چار مشہور کتابیں چار پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔ تورات کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام زبور کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام، انجیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قرآن مجید کے ساتھ ہمارے پیغمبر، رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ غرض کوئی ایسا دور نہیں گزرا کہ قانون تو آیا ہو مگر شخصیت نہ آئی ہو۔ اس لئے کہ دارومدار شخصیت پر ہوتا ہے، کاغذوں اور تختیوں یا ان پر کندہ حروف پر نہیں ہوتا۔

ان حروف و الفاظ کی تلاوت شخصیت کرے گی اور ان کے معانی بھی شخصیت بتلائے گی اور نمونہ عمل بھی شخصیت بنے گی۔ کسی کتاب کے اوراق نمونہ عمل نہیں بنیں گے۔ دلوں کو مانجھنے، ان کو مصفّٰی و مزکی کرنے کا کام بھی شخصیت انجام دے گی۔ کتابوں پر لکھے ہوئے یا تختیوں پر کندہ الفاظ تو دلوں کو نہیں مانجھیں گے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر قانون کے ساتھ شخصیت لازم اور ضروری ہوتی ہے اور یہی وہ شخصیت ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول رکھا۔

رب کریم ہمیں قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆ ◆ ◆

اطاعت اور خدمت

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَعْلٰھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنٰھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ.

(مشکوۃ شریف، ج ۱، ص ۱۲، ایچ ایم سعید)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے اور شاخیں ہیں جن میں سے اعلیٰ ترین شعبہ "لا الہ الا اللہ" کہنا اور پڑھنا ہے اور ادنیٰ شعبہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا، موذی اشیاء کا دور کر دینا ہے (تا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور فرمایا کہ حیاء ایمان کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے۔)

تشریح:

ایمان کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک "التعظیم لامر اللّٰہ" اور ایک "الشفقۃ علٰی خلق اللّٰہ" اللہ کے اوامر اور اس کے قوانین کی عظمت و تعظیم کرنا اور اس کی مخلوق پر شفقت کرنا اور اس کی خدمت کرنا، یہ ایمان کے دو بنیادی اجزاء یا شعبے ہیں۔ ایک کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنے پروردگار کی طرف دوڑے، اسی کی طرف جانے کی کوشش کرے۔ اس کی عظمت و تعظیم کے حقوق بجالائے۔ دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ اس کی

مخلوق کی خدمت کا حق بجالائے۔

اگر ایک شخص اللہ کی طرف دوڑتا ہے لیکن مخلوق کو ستاتا اور ایذاء رسانی کرتا ہے، اس شخص کو ضعیف الایمان کہا جائے گا اس کا ایمان کمزور ناقص ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو رات دن قومی خدمات میں لگا ہوا ہے، سماجی کارکن ہے، ہر وقت اس کا اوڑھنا، بچھونا مخلوق کی خدمت ہے لیکن اللہ کی طرف رجوع نہیں ہے، نہ عبادت ہے، نہ طاعت ہے، وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف الایمان اور ناقص الایمان ہے۔ کامل الایمان وہی شخص سمجھا جائے گا کہ ایک طرف اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے اور دوسری جانب خلق خدا کی فلاح و بہبود کی فکر میں ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ ہمہ وقت رجوع الی اللہ بھی ہے اور ہمہ وقت خدمت خلق اللہ بھی ہے۔

بہرحال بنیاد "التعظیم لامر اللّٰہ" ہے۔ یہ ایمان کا پہلا رکن ہے، اگر عظمت نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ قلب کے اندر ایمان نہیں ہے، پھر عظمت کے بھی درجات ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو عوام مومنین کے دل میں ہوتا ہے۔ ایک وہ ہے جو اولیاء عظام اور علماء ربانیین کے قلوب میں ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو ائمہ کرام کے دل میں ہوتا ہے، ایک عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب میں تھی اور ایک عظمت وہ ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں تھی۔

اسی طرح ایمان کے درجات میں بھی فرق ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان سب سے اعظم ترین ایمان ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس کے بعد، پھر تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور سلف صالحین، ہم جیسے عوام کا سب سے اخیر درجہ کا ہے تو جیسے درجات عظمت کے ہیں ویسے ہی درجات ایمان کے بھی ہیں۔ بہرحال جب نفس عظمت میں شرکت ہوگی تو ظاہر بات ہے کہ قانون کی عظمت بھی ہوگی، جب عظمت ہوگی، پھر محبت بھی ہوگی، محبت ہوگی تو آدمی کے دل میں قانون پر عمل درآمد

کرنے کی لگن پیدا ہو جائے گی۔

یہی محبت تھی۔ جس نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مجبور کیا کہ گھر بار انہوں نے چھوڑا، جائیدادیں انہوں نے ترک کیں، وطن چھوڑ کر بے وطن ہوئے، اپنی لذتیں اور آسائشیں ترک کیں، میدانوں میں نکلے، اپنے جسم کے ٹکڑے کرا گئے، اپنی جانیں لٹا گئے اور دین اسلام پر خون نچھاور کر گئے لیکن دین پر آنچ آنے نہ دی۔ اسلام کو لٹنے سے بچالیا اور قیامت تک آنے والی انسانیت کو عزت وعظمت اور محبت کا درس دے گئے۔

دوسرا رکن یہ ہے کہ "الشفقة علی خلق اللہ" جتنا آدمی اللہ کی طرف جھکے اتنا ہی اس کی مخلوق کی خدمت کی طرف متوجہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحسن اِلٰی عَیَالِہٖ.

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ احسان وسلوک کے ساتھ پیش آئے وہی اللہ کا سب سے زیادہ چہیتا ہے۔

بہر حال جس طرح اللہ کی محبت لازمی ہے اسی طرح سے فرمایا گیا کہ مخلوق کی شفقت کو بھی لازمی سمجھو۔

اگر مخلوق ستم رسیدہ ہے، مظلوم وبے کس ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کی مدد کرے۔ اس کی مصیبت سے جان چھڑائے مخلوق کی خدمت یہ شفقت کیلئے ضروری ہے۔ جب تک مخلوق کی خدمت نہ ہو شفقت نہیں پائی جاسکتی۔

پھر خدمت کے دو درجے ہیں ایک درجہ نفع رسانی کا ہے، ایک درجہ ضرر رسانی سے بچ جانے کا تکلیف نہ پہنچاؤ، نفع چاہے پہنچاسکو یا نہ پہنچاسکو تو ایک درجہ کف الاذی

کا ہے یعنی ایذاء رسانی کو روک دو، اذیت مت پہنچاؤ اور ایک یہ ہے کہ اس سے آگے بڑھ کر اس کی مخلوق کو نفع اور راحت پہنچاؤ۔ اوّلین درجہ یہ ہے کہ تم سے کسی مخلوق کو ضرر اور اذیت نہ پہنچے اگر یہ بھی نہ ہو تو سمجھو کہ ایمان نہیں ہے۔

حرف آخر:

خلاصہ کلام یہ کہ ایک ایمان کا اوپر کا درجہ بتلایا گیا جو اللہ سے ملا ہوا ہے اور ایک نچلا درجہ بتلایا گیا جو مخلوق سے ملا ہوا ہے اور دونوں کا منشاء بتلادیا۔

والحیاء شعبة من الایمان

یہ دونوں شعبے وہ برتے گا، جس میں حیا اور انکساری موجود ہوگی اور جس میں حیا نہیں تو

اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت

جب آدمی سے حیا جاتی رہے تو پھر جو چاہے کرے۔ پھر قلب کے اندر زندگی باقی نہیں رہتی۔ بس جو کرتا ہے کرتا رہتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو کمال ایمان اور حیاء کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

◆ ◆ ◆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

مسلمان آن فقیرے کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

صلی اللہ علیک وسلم دائماً ابداً

اقبالؒ

[illegible]
سید انور حسین نفیس رقم

جامعہ انوار القرآن (رجسٹرڈ)

قائم کردہ

شیخ الاسلام حافظ الحدیث

حضرت مولانا

محمد عبد اللہ

درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا **فداء الرحمن درخواستی** دامت برکاتہم

جامعہ کی بنیاد شیخ التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا **محمد عبد اللہ درخواستی** رحمۃ اللہ علیہ نے 1981ء میں رکھی تھی۔ اس وقت جامعہ کی سرپرستی **حضرت درخواستی** رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا **فداء الرحمن درخواستی** دامت برکاتہم العالیہ فرما رہے ہیں۔ جامعہ کا مقصد ایسے لائق اور باعمل علماء تیار کرنا ہے جو امت کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

جامعہ اور اس کی شاخوں میں 87 مستند و تجربہ کار اساتذہ کرام کی زیر نگرانی تقریباً 2200 سے زائد طلباء و طالبات دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جن میں سے تقریباً 500 سے زائد مستحق مسافر طلباء رہائش پذیر ہیں۔ جن کے طعام و قیام، لباس، کتب، علاج و معالجہ اور ماہانہ وظائف کا جامعہ کفیل ہے، جامعہ کے سالانہ اخراجات تقریباً 84.00.000 (چوراسی لاکھ روپے) سے متجاوز ہیں۔

جامعہ میں قرآن پاک حفظ و ناظرہ با تجوید، عربی، فارسی، اردو اور مکمل درس نظامی، دورہ حدیث شریف، تخصص کی تعلیم بمع عصری علوم **وفاق المدارس العربیہ** کے نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ جامعہ میں افتاء، نشر و اشاعت، اقراء، مدرسۃ البنات اور ماہنامہ انوار القرآن کے شعبے کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں جامعہ کی تقریباً 11 شاخیں کام کر رہی ہیں جن میں سینکڑوں طلباء و طالبات دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جامعہ کا تعمیری منصوبہ اندرون سندھ کے پسماندہ علاقہ تھو رو ضلع میرپور خاص تھرپارکر میں جامع مسجد و مدرسہ تجوید القرآن کا تعمیراتی کام جاری ہے، مدرسۃ البنات، ڈسپنسری اور وضو خانہ کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ مطلوب ہے۔ جامعہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جامعہ کی ضروریات پوری فرما رہے ہیں۔ آپ حضرات سے اس کی مزید ترقی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مرکزی دفتر جامعہ انوار القرآن ❁ سیکٹر 11.C.1 نارتھ کراچی
021-6999095
021-6941410